

# پرمانند

کلچرل اکادمی سرینگر

سلسلۂ انتخاب منظوماتِ کشمیری نمبر ۲

# پرمانند

مؤلفہ

پروفیسر ایس، کے، توشخانی

جموں و کشمیر کلچرل اکادمی سرینگر

سنہ ۱۹۶۰ء

# تعارف

پنڈت نند رام المعروف پرمانند کشمیری زبان کے نہایت بلند پایہ اور مایۂ ناز شعراء میں سے ہیں۔ آپ ۱۷۹۱ء میں بمقام سیر پیدا ہوئے یہ گاؤں کشمیر کے مشہور تیرتھ مٹن سے زیادہ دور واقع نہیں۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام کرشنہ پنڈت اور والدہ محترمہ کا نام سرسوتی تھا۔ ہوش سنبھالنے کے بعد آپ نے اس زمانے کے دستور کے مطابق فارسی میں حسب ضرورت تعلیم حاصل کی۔ مختصر سی تعلیم پانے کے باوجود پرمانند نے اس زبان میں ایسی مہارت پیدا کی کہ وہ شعر بھی کہہ سکتے تھے اور غریب تخلص کرتے تھے۔ آخری عمر میں ضعفِ پیری کے باعث ان کو اونچا سُنائی دینے لگا تھا۔ اس پر یہ شعر کہا ؎

ہمیں گفتم خداوندا کرم کُن    نمے گفتم خداوندا کرم کُن

اس شعر میں "کرم" دو مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ مصرعۂ اول میں بمعنی 'عنایت' اور مصرعۂ ثانی میں بمعنی کرمزا' یعنی 'بہرا مجھے'۔ مطلب یہ کہ اے خداوند! میں نے عرض کی تھی کہ مجھ پر عنایت کر۔ یہ تو نہیں کہا تھا کہ مجھے بہرا بنا دے۔

آپ کی ایک دستی تصویر دستیاب ہوئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی پیشانی کشادہ، آنکھیں روشن اور ناک بلند تھی۔ خدوخال سے ذہانت اور یکسوئیِ قلب کا جذبہ نمایاں ہے۔ آپ کے مجموعۂ کلام کے کئی قلمی اور مطبوعہ نسخے تو ملتے ہیں لیکن ان میں عام طور پر املا کی غلطیاں بکثرت پائی جاتی ہیں اور بہت کچھ دیدہ ریزی کرنے کے بعد بھی اصلی لفظ یا شعر کا پتہ لگانا دشوار ہو جاتا ہے۔ البتہ ایک دو نسخے ایسے بھی موجود ہیں جنہیں مستند کہا جا سکتا ہے ان میں سے ایک پنڈت نرائن کول کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور دوسرا پرمانند کے عزیز ترین مرید پنڈت لکشمن بھٹ کے قلم سے ہے۔ موخرالذکر نسخہ مرحوم کے گھر میں آج تک موجود ہے۔

پرمانند کے والد کرشنہ پنڈت مٹن کے پٹواری تھے۔ وہیں انہوں نے اپنے بیٹے کی شادی صغر سنی ہی میں مال دید کے ساتھ کی۔ مال دید کسی قدر ترش مزاج تھیں۔ اس کے برعکس پرمانند خوش طبع اور ظریف واقع ہوئے تھے

اس لئے مال دید کی ترش مزاجی کا ان پر کوئی اثر نہ پڑا۔ وہ اکثر مذاق اُڑانے
سے باز نہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ اُن کے پڑوس میں کوئی مر گیا تھا۔
پرمانند نے ان سے کھانا مانگا۔ مال دید نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ ہمسائگی
میں جب تک لاش پڑی ہے اور جلائی نہ جائے تب تک کھانا کھانا مناسب
نہیں۔ پرمانند نے جو ویشنو تھے فوراً یہ چوٹ کی کہ گھر میں کئی سوکھی مچھلیوں
کے ہوتے ہوئے جب کھانا کھانے میں کوئی اعتراض نہیں تو پڑوس میں ایک
لاش کی موجودگی سے وہ کیوں گھبرانے لگیں۔

پرمانند کی عمر تقریباً پچیس سال کی تھی کہ کرشنہ پنڈت کا انتقال
ہو گیا۔ ان کے بعد پرمانند ان کی جگہ پٹواری مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں پٹواری
کو بنظر حقارت دیکھا جاتا تھا۔ اس پر طرح طرح کے ظلم روا رکھے جاتے تھے
وہ بھی اس کا شکار تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک افسر سرازادھول پر ایک
ہجو لکھی۔ فرماتے ہیں۔

مصرعہ چھہُ بے نقطہ رُود
دوہ نٕ چھکھ ہہ دأرِس دود
بہت چھہُ وشہ لِر زن
ہاران ٹھکِرہ رَن

۸

مَٹن پچھے ہوٲہِش تَس
پٹواری دِنی دھرمَس
ٹھاران چھہ گاران کَس
وٲنی تۆہہ بہی کیا
گیہ نہٕ صحیح ناوہ

مِسرا رادھول ایک بے نقط[1] اور بے مروّت مسرا (مصرعہ) ہے۔ اب وُہ (پٹواریوں کے حق میں) ایک اور بلا ثابت ہوا۔ جس طرح بھڑیں نیش زنی میں مصروف ہوں۔ دُور سے وُہ گویا آگ برساتا ہے۔ اب اس کی مرضی ہے کہ شرادھ کے موقع پر گئوُدان کے بدلے پٹواریوں کو جو سستے داموں دستیاب ہوسکتے ہیں نوکاہ میں دیا جائے۔ پٹواری بیچارے تھر تھر کانپ رہے ہیں کہ معلوم نہیں کس کے نام قرعہ پڑیگا۔ آخر بات ہے کیا کہ پٹواریوں کا کھاتہ صحیح نہیں سمجھا جاتا۔

کلام پرمانند کے جو نُسخے اس وقت دستیاب ہیں، ان میں سے جناب ماسٹر زندہ کول صاحب جو پرمانند پر ایک مسلّم اور مستند محقق کی حیثیت رکھتے ہیں پنڈت نرائن کول کے نسخے کو دیگر تمام نسخوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کی دانست

---

[1] ممکن ہے کہ بے نقط سے بے لگام کے معنی بھی مراد لئے گئے ہیں کیونکہ لگام کے اگلے حصے کو کشمیری میں نقطہ کہتے ہیں۔

میں بھی سب سے زیادہ مستند نسخہ وُہ ہے جو پرمانند کے عزیز ترین مرید موضع ناگام کے مرحوم پنڈت لکشمن بھٹ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ آج تک آنجہانی کے گھر میں موجود ہے مگر اس کا دستیاب ہونا مُشکل معلوم ہوتا ہے۔

پرمانند کے کلام میں ماحول کا کافی اثر پایا جاتا ہے۔ مٹن کشمیر کا ایک مشہور تیرتھ ہے۔ یہاں دُور دُور سے لوگ یاترا کے لئے آتے ہیں۔ کبھی کبھی سادھو مہاتما یہاں کچھ عرصہ کے لئے قیام کرتے ہیں۔ ایسی جگہ سکونت اختیار کرنے سے پرمانند کو بہت سے سادھوؤں، سنتوں اور مہاتماؤں کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔ ان میں سے ایک پرم ہنس سوامی آتمانند کے ساتھ انہوں نے کافی وقت گذارا۔ ایک سکھ سادھو کی بدولت گرنتھ صاحب کی تعلیم سے مستفید ہوئے۔ کئی مسلمان فقرا سے بھی ان کی دوستی تھی جنہیں وہاب صاحب کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ پرمانند نے ان کی فرمائش پر ایک نظم بھی لکھی ہے۔

کلام میں ہمہ گیری پائی جاتی ہے خاصکر اس حصے میں جس میں وہ اپنی زندگی کا فلسفہ بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

پَرُن کھتھ پُرٹھ پَرُن سارِنی<br>
پوٗز بوزِتھ پوٚد پَرُن مارِہٕ نی

## پَڑ پوڑ پوڑ پَڑ مردہ

سچ پر تو سب کو یقین ہونا چاہیئے۔ صرف حق سُننا چاہیئے لوگ تجھے اُس کے لئے قتل بھی کریں۔ آخر سچ ہی کی فتح ہوگی چاہے تجھے اِس کے لئے شہید ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔

ان صحبتوں کا اثر ان کی زبان پر بھی پڑا۔ چنانچہ ان کے کلام میں کہیں کہیں پنجابی اور ہندی الفاظ پائے جاتے ہیں۔ مثلاً سپ بمعنی 'سانپ' متھس بمعنی 'ماتھے کو'، 'دیکھنم' بمعنی 'مجھے دیکھیں گے' وغیرہ۔ کئی گیت اور بھجن انہوں نے پنجابی اور ہندی کی ملی جُلی زبان میں جسے وہ بھاکھا کہتے تھے لکھے ہیں۔ کلام میں آکاش، زمین، ندی، ہل، درخت اور بہار و خزاں وغیرہ الفاظ بکثرت ملتے ہیں۔ جن کو وہ استعارات کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ دیہات میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے مناظرِ قدرت نے ان کی طبیعت پر گہرا اثر ڈالا تھا جس طرح ہوا سے درخت کی ٹہنیاں جھومنے لگتی ہیں اور بادِ صبا شاخوں سے ٹکرا کر ان سے مضراب کا کام لیتی ہے۔ اسی طرح آپ بھی وجد میں آکر رقص کرتے تھے اور چونکہ آپ ستار نواز بھی تھے ساز و سرود کی وہ محفل جما دیتے تھے کہ سامعین پر وجد و مستی کی حالت طاری ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں اکثر مترنم بحریں پائی جاتی ہیں۔ عوام میں کلام کی مقبولیت کی ایک وجہ

یہ بھی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدت تک ان کی "لیلائیں" گلی کوچوں میں بھی گائی جاتی تھیں۔ اور اب بھی بعض محفلوں میں نہایت ذوق و شوق سے گا گا کر پڑھی جاتی ہیں۔ بعض نظمیں بحر مستمط میں لکھی گئی ہیں جن کے ایک ایک شعر میں دو دو تین تین قافیوں کے التزام نے عجیب لطف پیدا کیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ قریب قریب ہر بند میں ذو معنی اور مختلف المعنی ہم آواز الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں اور باوجود اس کے کہ بعض اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ادبی شعبدہ بازی کے کرشمے دکھاتے ہیں، ان کے ہاں آورد میں بھی آمد کا لطف پایا جاتا ہے، اور الفاظ کا یہ استعمال کانوں کو بہت اچھا لگتا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو سے

لے کر ڈھ میٹھے تل بھ سے پینکھ
مور کھ نہ بہر کیں نکھ نکھ نکھ

درخت سایہ سے کہتا ہے تو مجھ میں سما جا تا کہ تجھ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہ رہے۔ تب تجھے سورج کے سامنے سر خم نہیں کرنا پڑے گا۔ دیکھئے "نکھ نکھ" نکھ یہاں کتنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس طریق عمل میں حد اعتدال سے گذر جاتے ہیں۔ اور ہم آواز الفاظ کا شوق استعمال انکو کھینچا تانی سے کام لینے پر مجبور کرتا ہے۔ مثلاً

کنہٕ کَن نہٕ کینہہ ریّن دھرم دان
کنہٕ کنہٕ تم پہار پوزہٕ ھان
گرٕہ ترأوٕ متھ کیٚن کنہٕ سان

دھرم دان کرنے کا فرض کنواری لڑکیوں پر عاید نہیں ہوتا۔ وہ پتھروں کی جگہ پہاڑوں کو پوجتیں۔ انہوں نے گھر کے پتھر اور سنگِ بنیاد بھی ترک کر دیئے ہیں

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ پرمانند اپنی اہمیت کے پرستار رادھول جیسے حضرات پر کس طرح ظریفانہ انداز میں چوٹیں کرنے پر قادر تھے۔ ان کی ظرافت میں پھکڑ پن نہیں پایا جاتا بلکہ ایک قسم کی چاشنی ہوتی ہے۔ "شولگن" میں چھوٹا منہ بڑی بات والے میاں جی (پروہت) کا ذکر اس طرح کرتے ہیں ؎

ژھُر آش ہیٚتھ سُہ وُر برٕزُس
لو گمُت پرٕزہٕ نس تہٕ لزُس
پُلہٕ ہور پیٚیرٕ تھ دوہٕ دوہ

وہ خواہ مخواہ اُمید کے سہارے اپنی کھچڑی پکانے میں مصروف تھا وہ اسی خیال میں غلطاں و پیچاں تھا کہ (شادی میں) کیا کچھ کرنا چاہیئے اور کس کس کو کیا کیا دینا مناسب ہوگا اور نعلین گیاہ سے آراستہ ہو کر اِدھر اُدھر دوڑ دھوپ کر رہا تھا۔

اسی طرح جب سفید ریش اور جٹا دھاری شِو جی دلہا بن کر برات کے ساتھ آتے ہیں تو اس کا مذاق یوں اُڑاتے ہیں ؎

پرارُن پزِ ہے کیُوتز کال
وُنہِ پچھے پھٹنے گونزٕتھ وال
بُجرس یُتھ سوانگ چھُی کوَہ

ابھی کونسی جلدی تھی۔ کچھ دن اور انتظار کرتے۔ ابھی تو سبزہ بھی آغاز نہیں ہوا ہے۔ پیری میں یہ سوانگ رچانے کی کیا سوجھی ہے؟

پرمانند کی زبان میں جادو کا اثر ہے۔ جس مضمون پر قلم اٹھاتے ہیں جاذبِ توجہ بنا دیتے ہیں۔ اس زمانے میں اردو کی طرح کشمیری شاعری بھی گل و بلبل، زلف و سُنبل، خد و خال اور ہجر و وصال غرض حسن و عشق کے بیان یا سراپاے معشوق کے ذکر تک محدود تھی اور اس مضمون کو بالتفصیل قلمبند کرنا ہی منتہائے شاعری سمجھا جاتا تھا۔ لیکن پرمانند نے اپنے لئے ایک الگ راہ نکالی۔ ان کا کلام تصوّف و معرفت، گیان دھیان اور رموز و حقائق کا ایک دفتر ہے۔ اکثر شعرا اہلِ ثروت کی مدحت سرائی اور ثنا خوانی کر کے روپیہ کماتے تھے۔ لیکن انہوں نے کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ اگر کیا تو فقط خدا کے سامنے۔ چنانچہ ان کی بعض نظمیں مناجات کا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ ایک دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے

وُزہ ناوتمُ پاوتمُ مہ نیندرو

اے خدا مجھے بیدار کر اور خواب غفلت میں نہ ڈال۔

ایک اور موقع پر کہتے ہیں سہ

آے آم سوران پاپس یاوتمُ
بلہ رۆست کاے نِیتہ پلزیم کتھ

عمر بیتی جاتی ہے مجھے صحیح راستے پر لگا دے۔ نہیں تو میرا یہ جسم نحیف ہو جانے پر کس کام آئے گا۔

بعض نظمیں پند و نصائح کا مرقع ہیں جو حقائق پر مبنی ہیں وہ واعظ یا زاہد خشک کی طرح برسر منبر نصیحتیں نہیں کرتے۔ اور اسلئے وہ پڑھنے والوں کے دل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں سہ

بیندکُس چھُ یَس چھُ وِشوراگ
موکلیو کُس ییمیٔ تھتہ کوٚرتیاگ
پَننے چھُ بند پننے موکجار

گرفتار کون ہے؟ وہ جسے ہر چیز سے لگاؤ ہو۔ آزاد کون ہے؟ وہ جس نے سب کچھ ترک کیا ہو۔ انسان کا گرفتار یا آزاد ہونا خود اس کے اختیار میں ہے۔

پرمانند کے زمانے میں منظوم حکایات قلمبند کرنے کا رواج بھی عام تھا۔ لیکن

انہوں نے اس فن کو ایسا اُبھارا کہ اپنے زورِ تخیل سے حکایات کو تمثیلی نظموں میں پیش کرکے دنیائے دوں اور عالم بالا کو ایک کرکے دکھایا۔ استعارات کے پردے میں کائنات اور حیات کے اہم مسائل کو بیان کیا۔ اور ان پر روشنی ڈالی۔ اس قسم کی تین طویل نظمیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۱) رادھا سویمور (۲) سداما چرتر (۳) شو لگن۔ رادھا سویمور میں شروع ہی سے اُنہوں نے استعارات و کنایات کا پردہ فاش کرکے اپنا مطلب بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

گوکل ہَرڈے میون تُہنٛز چھون گوڑی واٹھ

گوکل تو میرا ہی دِل ہے وہیں تیرا گئوشالہ ہے۔

آگے چل کر کہا ہے ؎

وُرزٕ میانہٕ گوپیہٕ ژٕنٛے پتہٕ پتہٕ لارانٕ

بانسرِی نادٕ وادٕ مستانٕ

نُشرٕ نٛٹہٕ چلِس تہٕ ہوش مُشرِتھ پرٕ تہٕ پانہٕ

میرے دل کی جنبشیں (یعنی خیالات و خواہشات اور جذبات) گویا گوپیاں ہیں جو تیرے پیچھے پیچھے دوڑتی پھرتی ہیں۔ یہ تیری بانسری کی آواز سُن کر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتی ہیں اور پاگل ہو رہی ہیں۔

سری کرشن کی شادی کا حال یوں لکھا ہے کہ واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ

یہ کسی دنیاوی بشر کی شادی کا ذکر نہیں بلکہ کائنات اور اس کے خالق کے باہمی وصل کا بیان ہے اور اسمیں قدرت کی تمام طاقتیں آگ، ہوا، بجلی وغیرہ حصہ لے رہی ہیں۔ اس نظم میں شاعر نے گویا مغنی بن کر اپنا مضمون اس طرح موسیقانہ انداز میں پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا گاتے گاتے بے اختیار رقص کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ؎

(۱) داوہِ کوکہ پال دَراو لتھ ڈُوہِ ناوان

اِندرازہ وَتہِ لوہِ تاوانو

بسنت رنگہِ رنگہِ پوش وتھراوان ...

(۲) سریہ زُندرمہِ ہنیتھ شمع چراغانہ

وُزِہ ملِہ اتھہ ہنیتھ تاپدانو

وُزینہ مایا منزِلس الرانہ ...

(۳) ٹینکھی آکاشہِ پکھہِ اُسی کرانہ

نکھہِ واُٹی توت یِتہِ برش بھانو

برونتھہِ دراکھہ تورِکو کُھہ سازی توتانہ ...

(۴) اگنہِ دیوتا اوس وینزن رنانہ

امرِتہِ رَسہِ چھا انانو

کھینۂ وجھا ۔ نترھ ترتھ سان پڑھ پانہ ...

(۵) واڈوانل اگن اوس سند راتہ

امبرن چھہ عنبر بھاوانو

ژندن کاٹھ دھرتی کاٹھ گڑھانہ ...

(۱) وایو دیوتا خود سڑکیں صاف کرنے لگے۔ بارش کے دیوتا یعنی راجہ اندر راستہ لیپتے گئے اور بسنت نے رنگ برنگ پھول بچھا دئے۔

(۲) سورج اور چاند نے چراغاں کر رکھا تھا اور بجلی (بادلوں کی) چھتری لئے تھی۔ مایا خود سری کرشن کا پالنا ہلا رہی تھی کہ کہیں وہ جاگ نہ پڑیں۔

(۳) پنکھی آسمان کی جانب سے پنکھا کر رہے تھے۔ غرض برات برش بھانو کے ہاں (یعنی سری کرشن کے سسرال) پہنچ گئی۔ وہاں سب لوگ دعائیں دیتے ہوئے اس کا استقبال کرنے کے لئے باہر آگئے۔

(۴) اگنی دیوتا قسم قسم کی نعمتیں تیار کر رہے تھے۔ اور ان کو لذیذ بنانے کیلئے آبِ حیات استعمال کرتے تھے۔ اسے اِس دنیا کے مہمان تو بھی شوق وعقیدت سے یہ ضیافت کھا۔

(۵) واڈوانل آگ (یعنی وہ آگ جو سمندر کی تہ میں پائی جاتی ہے) شادی کے اگن کنڈ کی آگ سلگا رہی تھی۔ وہاں عنبر کے انبار لگے تھے اور چندن کی لکڑی

تنی زیادہ تھی کہ زمین اس کے بوجھ سے دب گئی۔

اسی طرح 'سداما چرتر' میں منفرد روح کا جزو خدا ہونا۔ پھر خودی کے چکر میں آکر خدا سے جدا ہونے کے باعث مصیبت میں مبتلا ہونا اور اخیر میں فضلِ خدا اور اصلی جستجو سے معراج حاصل کرنے کا مسئلہ سداما اور سری کرشن کی دوستی کے پردے میں پیش کیا گیا ہے۔ اس نظم کا انتخاب اس مجموعہ میں شامل ہے۔

'شو لگن' میں شِو اور شکتی (قادر اور قدرتِ کاملہ) کے ہجر و وصل کا قصہ بیان کر کے کائنات کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔

ان نظموں کے علاوہ تین اور چھوٹی چھوٹی تمثیلی نظمیں 'کرم بھومکا'، 'امرناتھ یاترا' اور 'مناظرۂ درخت و سایہ' ہیں۔ 'کرم بھومکا' (یعنی میدانِ عمل) میں زمین کاشت کرنے کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور استعارات کے ذریعے سے میدانِ عمل میں انسان کی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

'امرناتھ یاترا' میں پرمانند نے بڑی ہنرمندی سے ذومعنی الفاظ استعمال کیئے ہیں۔ اس میں یاترا کی سب منزلیں بیان کی گئی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یوگ ابھیاس اور ترکِ تعلقات کی ان تمام منزلوں کا ذکر پایا جاتا ہے جن سے گذر کر دنیا کا یاتری یعنی بندۂ خدا اپنے خالق سے جاملتا ہے۔

مناجات اور اخلاقی اور تمثیلی نظموں کے علاوہ پرمانند کے کلام میں
ایسی نظمیں بھی شامل ہیں، جن میں تصوّف و معرفت اور عالمِ آخرت سے متعلق
رموز و اسرار بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے نمونے کے طور پر دسہز چودیشار گرٹن؛
اور اسی قسم کی چند اور نظمیں اس انتخاب کے آخر میں درج کی گئی ہیں۔

یہاں پر یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پرمانند نے پرانے
رنگ کی شاعری میں ایک انقلاب پیدا کیا۔ مدحیہ نظموں کو مناجات
کی صورت دی۔ حکایات اور واقعات پر مبنی اشعار کو تمثیلی نظموں
کی شکل میں پیش کیا۔ اخلاق یا پند و نصایح سے متعلق خیالات
کو وعظ خوانی سے نکالا۔ اور حقایق کی طرف توجہ دلا کر عمل پیرا
ہونے کی تلقین کی۔

آخری عمر میں پرمانند پر ضعف پیری غالب آ گیا تھا۔ بھائی اور بچے
تکیہ ہو سکتا تھا پہلے ہی گذر چکے تھے۔ اس سلسلے میں کہتے ہیں ؎

کن نہٕ کبوٗل نہ سارٕ سوٗرمژ آشن — نے پوٗترٕ تہٕ نیٚچرن نہ رود مُنت گاش

میں اکیلا رہ گیا ہوں کوئی امید نظر نہیں آتی۔ لاولد ہوں اور آنکھوں کی بصارت جاتی رہی ہے

وہ جانتے تھے کہ دنیا کے تمام رشتے ناپایدار ہیں۔ اور پھر رشتہ دار
بھی کب ہمیشہ سکھ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں ؎

پرمانندہ چھُی ژےٚ سنتاپہٕ اران — سنتان اوسُوی سوہٕ تا لو
ہا ژےٚ سنتان ما آسہٕ ہے باران — سنتاپہٕ سُندہٕ کھوتہٕ ٹوٗٹھ زان بھگوان

## ناٹھِین چھ زٕ گھش کرانو

اے پرمانند! تُو اولاد کی خاطر کیوں پریشان ہو رہا ہے؟ تو سمجھتا ہے کہ اولاد زر بیش بہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اولاد ناخلف ثابت ہو اور تیرے عذاب کا باعث بنے۔ اولاد سے زیادہ خدا کو عزیز جان۔ عزیز عزیزوں کا قتل بھی تو کرتے ہیں۔

پرمانند کو پٹواری کا پیشہ پسند نہ تھا۔ وہ اس عہدے سے مستعفی ہوئے گاؤں کے نمبردار صالح گنائی سے راہ و رسم پیدا کی۔ وہ پرمانند کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتا تھا، اور اس کی جملہ ضروریات پوری کرتا تھا۔

کشمیر کا یہ بلند خیال شاعر مختصر سی علالت کے بعد ۱۸۷۹ء میں تقریباً نوے سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے چل بسا۔ لکشمن بٹ نے تاریخ وفات کہی ہے

بلبل کشید نالہ بہ دل گفت ہاں زدم
باہوئے و ہائے ساز کہ گلشن خزاں گرفت

کسی زبان میں لکھی ہوئی نظم کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنا آسان نہیں اور خصوصاً نثر میں نظم کا اصلی مطلب پیش کرنے کا حق ادا کرنا ناممکن ہے۔ یہ اردو ترجمہ قارئین کے لیے محض اس واسطے پیش کیا جاتا ہے کہ ان کو شاعر کے کلام سے کسی حد تک روشناس ہونے میں سہولت ہو۔ جو رنگ و بو اور

شگفتگی ایک پھول میں پائی جاتی ہے۔ وہ فقط ایک قلمی خاکہ کھینچنے میں کہاں ملے گی۔ ایسی مجبوریوں کے پیش نظر مترجم کو اپنی کوتاہیوں کا اعتراف ہے۔



# انتخابِ کلام

# سوٗدام زٕرتِر

گَتہٕ مَنزٕ گاش آو چانے زیٖنۍ
جے جے جے دیوکی نند نۍ

اَسہٕ وُن سنتان وَسُدیوٗ نۍ۔ تَس تہٕ کیا دِلیشر دٕلینٛز وزہٕ مے وٕ دِنۍ
ژاکھ تنٛدٕ گوٗرنہٕ اکہٕ نند نۍ،،

دِیشہٕ کالہٕ رَستہٕ ژراکھ پینٛز دیشۍ ماتس اگوٗنژر پانٛس نیشۍ
یشودایہ کوٗرنۍ پوشہٕ ورشنۍ،،

للہٕ وُن ہیتو تہکھ ہیٚوٗن ہیٚوٗن کتہٕ چھے ناو کرشن کوٗ اسہٕ بادوٕ چہٕ بو چھے
تھُنہٕ ژوٗرہٕ منہٕ تہٕ منزلہٕ کرہنۍ،،

گوٗرۍ بابہٕ پوٗرہٕ ژابہٕ یشودایہ آیہٕ دِلیشر دِلیشر دوٗ پہس کرشن آیہٕ
وٕلبہٕ تے داسہٕ یٔرژ آسہٕ وسینۍ،،

دہدہٕ ہاژ لاجی یشودایہ ماجے زوٗنَن بٔہ آمُت چھُم ژگہٕ نُندراجے
شوٗبہٕ منہٕ کھ ہاوتھس اوٕ تہٕ بھوٗنۍ،،

# سداما چرتر

تیرے جنم لینے پر ہی اندھیارے میں اجالا ہو گیا
اے دیوکی نندن تیری بار بار جے ہو

اے وسدیو کی ہنستی ہوئی اولاد! اُسے تیرے بہت سارے (کرشمے) بار بار دیکھنے پر بھی اس بات کا خیال کہاں آتا (کہ تو کون ہے) اے نند گوالے کا اکلوتا اور لاڈلا بیٹا کہلانے والے تو نے جنم لیا۔

اے زمین و زماں کی قیود سے مبرّا تو اپنے ایسے عالم سے جہاں تخیل کی رسائی ممکن نہیں باہر نکل آیا یشودا نے پھولوں برسا کر تیرا خیر مقدم کیا۔ ایک ایک نے باری باری سے گود میں اُٹھا کر تجھے لاڈ پیار کیا۔ قشنگی شوق سے تیرا نام کرشن (یعنی سانولا یا دلکش) رکھا۔ اے مکھن چور انھوں نے آنکھوں کی پتلیوں میں تیرا پالنا بنایا۔

گوالنیں یشودا کو بیٹا پیدا ہونے پر مبارکباد دینے آئیں (تجھے) دیکھ دیکھ کر کہا کرشن جیتا رہے۔ سہیلیاں اور لونڈیاں خوشیاں منانے لگیں۔

یشودا ماتا نے تجھ پر (اے کرشن) دودھ چرانے کی تہمت لگائی یہ نہ سمجھیں کہ یہ تو خود جگت کا مالک آیا ہے۔ پھر تو نے (یہ ثابت کرنے کے بہانے سے کہ میں نے مکھن چرا کر نہیں کھایا ہے) اپنا دہانِ مبارک کھولکر اُس میں تینوں عالم دکھا دئے۔

بوہ دوپ یہ ؤر دوہ دوہ ژؤرہ ذراو کھیچھے    گوڑی باپہ ژوہ یارہ لارہ لیجے

میتہ مینہ میتہ کیاہ چھُہ بانہ پھرنی ؍

یشہ دایہ دوپ یہ چھُم شراو نہی    لوکہ ین نشہ مند چھاونی

یڈہ بڈری سی چھُم نہ یڈ ریو ہنی ؍

دوہ دچیتھ ژلنے بجوو یشہ دالے    لاران تس پتہ نھاران درایے

اتھہ ہیتھ گدوم اُتھی گنڈہنی ؍

مؤرت گریسنہ صورت گنڈسے    تس منہ یس چھنہ دورت گنڈسے

گیان دھیان گنڈنس چھنہ پشنی ؍

تس بلہ ویرس پتہ پتہ دوران    ژھلہ ژھلہ ژلنے بلہ آیہ سوران

ہتہ بدر اتہ گھتہ منز آنگنی ؍

ماج ئیلہ تھیچ عار آوسنتانس    یتھہ بھکتین ہند یوان بھگوانس

زٹنس پائی پانہ دتھ رُود تہنی ؍

گنڈنس گدوم گوس بوہ نہ ژھپیے    ہمہ یس چھُہ کوہ تیہ مالے ترقیے

بھولا بھالا بلاّ (یا مالکِ ادراک ع۱) دودھ چرانے کے لئے گھٹنوں کے بل چل پڑا۔ گوالنیں چاروں طرف دوڑنے لگیں اور کہتی جا رہی تھیں کہ وہ میرا برتن توڑتا ہے لو میرا بھی اور میرا بھی۔

یشودا نے کہا۔ یہ تو مجھے بدنام کر رہا ہے۔ غیر عورتوں کے سامنے شرمندہ کرتا ہے۔ میرے اس پیٹو کا تو پیٹ بھرتا ہی نہیں۔

دودھ پیتے ہی وہ یشودا سے بھاگنے لگا۔ وہ ہاتھ میں گلے باندھنے کی رسی لے کر اُسکے پیچھے پیچھے تھرتھراتی دوڑ پڑی تاکہ اُسے رسی سے باندھ رکھے۔

جس کی تصویر مصوّر نہ کھینچ سکے۔ معرفت اُس کے تصوّر کا احاطہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔ صرف وہی اس کا تصوّر کر سکتا ہے جس کو اسکا قرب حاصل ہو۔

(یشودا) اُس بہادر سورما کے پیچھے دوڑتے دوڑتے اور اُس کے بھاگنے کے چھل بل کا مقابلہ کرتے کرتے ہار گئی وہ تو آنگن ہی آنگن میں (یعنی ماں کے من ہی من میں) سینکڑوں چالیں اختیار کر کے بھاگ گیا۔

ماں کے تھک جانے پر بیٹے کو ترس آیا۔ جس طرح بھگوان کو بھگتوں پر آتا ہے۔ آخر اُس نے پکڑے جانے کے لئے اپنے آپ کو خود ہی پیش کیا۔

جس کے گلے کا کنٹھہار سارا عالم اور لاانتہا کائنات ہے اُسے

---

ع۱ برور کے معنی بلا کے ہیں اور صاحب بھی۔ بودھ بُدھی یا ادراک کو بھی کہتے ہیں۔ شاید اس کا مفہوم یہ بھی ہو کہ وہ دانستہ بدھو بن رہا تھا۔ ویسے بدھو بھی لاڈ پیار کا لفظ ہے۔

اکھنڈ برہمانڈ ادے ژھینی ؏

واٴن ووٗس اکھ اکس سیتی    کوٗہ زانہٕ گَدٲمِتہٕ آسی کینٛہہ

توتہٕ تیز ہٲمن اَسۍ بیٚیہٕ ژھوٚٹنی ؏



باندھنے کے لئے گائے کی رسّی کافی ثابت نہ ہوئی۔

وہ رسّی سے رسّی جوڑتے جوڑتے چوُر چوُر ہو گئی۔ کون جانے کہ وہاں گائے باندھنے کی رسیاں کتنی ہوں گی۔ پھر بھی اسی قدر (اسے باندھنے کیلئے رسی) کم پائی گئی۔



# گیت

پمپوش باغس منز و تھراشے — باوے پننی غوصہ تہ غم
زائنی ہندہ زلہ سیتی تھل رووہ ناوے — سرہ زن پمپوش من پھولہ ہیم
من میون منزل تہ لوت لوت اُڑاوے — باوے پننی غوصہ تہ غم
شینچھ میانہ نیتوس بلبلہ کاوے — اچھ ول باغس منز بیہہ ہیم
لچھ ناوہ گچھ ڈبہ منز و تھراوے — باوے پننی غوصہ تہ غم
پرمانندہ پراوسہ کھ تے ساوے — گورہ مہ کھ مانن چھوی شو ہیم
مانہ اوہ مانہ نشہ روز نیر باوے — باوے پننی غوصہ تہ غم



سوی چھوی رنگہ ہنداوش آسنی — سوی چھوی باغن پوش آسنی
زن یس پوشنول زن بولنی ،،

# گیت

میں تو کنول کے خیابان میں تیرے لئے فرش بچھاؤں گا۔ اور تجھے اپنے
شکوے اور شکائیتیں سناؤں گا۔

گیان کے پانی سے سینچ کر تیرے لئے کیاری تیار کروں گا تاکہ میرا من
جھیل میں کنول کی طرح کھل اُٹھے۔

میرا من تیرے لئے ایک پالنا ہے جسے میں دھیرے دھیرے
ہلاؤں گا اور اپنے شکوے شکائیتیں تجھے سُنادوں گا۔

اے زاغ و بلبل! تم اُس کے پاس میری خبر پہنچاؤ۔ تاکہ وہ اس،
میرے اچھے پل کے باغ میں آئے۔

اے لاکھوں نام والے میں تیرے لئے ایک اعلیٰ قسم کے ایوان
میں فرش بچھاؤں گا۔

اے پرمانند! تجھے خیر و عافیت نصیب ہو۔ تجھے "اناالحق" گرُمنتر ماننا ہوگا
تُو حرمت و بے حرمتی سے بے نیاز ہو جا۔

○

وہی جگت کا مالک ہے اور گلشن کا گُل۔ وہی جس کا گیت لوگ پُشنول
چڑیا کی طرح گاتے ہیں۔

پوش یسنہ یوگی دھیان سور نستے     گیان چھنہ پلنزان زان کرنستے

چھا سامرتھ وچھنک نیتر نئی ؎

سمسار چھوی دوار کاتیچ سنزی     تسندی نگر تے تسنزی نٹزی

خانہ دار پانہ بیون بیون بنی ؎

زانے تہ پورہ متھ سہسر نامے     کوم معہ ظتیتھ لوب آمت سوامے

منہ چھنہ چھم یژ گمہ یونی ؎

گراکھے میلہ تہ ژلہ گیلونی     اکھ چھینسی گژھ گراکھ میلونی

کوم پھول تہ کم معہ لہ چھنہ میلنی ؎

ورشٹا ژی چھک تہ ژیہ ژہس ورشیہ نہ     گوندہ گوپالہ مکندہ کرشنہ

سرشٹی کارہ تہ سودرشنا ؎

بوزنتھ بیہ کیاہ پان لیشر دوی     گیانہ سرژھر تہ مانہ رژھر پیدی

پرماتمہ پرمانند ہنی ؎



جو یوگیوں کے تصور میں نہ آ سکا۔ جسے جاننے کے لئے معرفت کام نہیں آتی۔ کیا آنکھیں اُس کو دیکھنے کی تاب لا سکتی ہیں۔؟

سنسار اُسی کی دوار کا ہے۔ اُسی کا نگر اور اُسی کا مکان ہے۔ خود ہی مالک ہے۔ اور ہر گھر میں خود ہی الگ الگ ہو کر رہتا ہے۔

میں انجان ہوں۔ ورنہ ہزاروں نام لے کر تیری عبادت کرتا۔ میں تو سُداما کی طرح مُٹھی بھر بھوسہ لے کر آیا ہوں۔ اور مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہو رہا ہوں۔

گاہک اچھا مل جائے تو لوگ باتیں بنانا چھوڑ دیں۔ ایک نادار کو مناسب گاہک مل جائے تو مُٹھی بھر بھوسہ بھی کم داموں نہیں بکتا۔

تُو ہی شاہد ہے اور تیرے بغیر مشہود کچھ نہیں اے گووند! اے گوپال، اے مکند، اے کرشن، اے خالق، اے صاحب جمال۔

اے سُرور لا انتہا۔ یہی جان کر پرمانند نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا۔ اور گیان سے شناسا ہو کر اپنی تعظیم و تکریم سے بے نیازی حاصل کی۔



سوٗدام جیو اوس یار بھگوانس     بالہٕ باؤ کیاہ تہٕ لوکچار بھگوانس

کُنۍ پانہٕ وأنۍ دوٗن تہٕ زِہ بٕیٖنۍ ؎

بیرس پوشہٕ ہانکھ نہٕ بیر بتالی     بیرہٕ بار گندِ ٹنگ تہٕ ژوٗر جنجالی

بَل کَس اوس پوشہٕ ہانکھ ژھلنۍ ؎

دِچھنۍ پھرہٕ ہَن کھوٗرِ مائلے     پِچھُن زَن سَرہٕ کرٕنۍ سائلے

اَچھن ہُند گاشس أسہ لوٗکنۍ ؎

آسَن ییتہٕ تم زٕہ موٗختہٕ ہارِ     کھاسٕین گندہٕ دِنۍ پُختہ کارِ

موٗہلِلی زٕہ موٗختہٕ چھلِ لولہٕ شولِنۍ ؎

کَرِ زانہٕ معنہ کیاہ زانِنوٕ ہرنۍ     ژھالہٕ اوس مارَن بالہٕ زَن ہَرنۍ

ہَرہٕ کھأسِ اَتھ، کتھہٕ موٗختہٕ ہَرہٕ ہنۍ ؎

شُرۍ بادہٕ ہِرِ موٗ چھہٕ کھٹۍ کُھٹاوان     ژاپان پانہٕ وأنۍ تی آیراوان

کھٕینَس نہٕ دُوریر زِہ مَشہٕ ہانکھ کھٕینۍ

دوٗہہ اَکہٕ بوٗ چھہٕ لُجمُرٕ بھگوانس     توٗ نہٕ پھوٗل سُورمُنت اوٗسُس پانس

سُداما بھی ( یا جیو یعنی منفرد روح ) بھگوان کا دوست ہُوا کرتا تھا۔ بھگوان کے اُس چھُٹپن اور معصومیت کے کیا کہنے۔ آپس میں دونوں ایک تھے۔ کوئی غیریت نہ تھی۔

گیند بلا کھیلنے میں کوئی دیو ہیکل بھی اُن کے مقابلے میں پُورا نہیں اُتر سکتا تھا۔ اُن کے کھیل کود میں چہل پہل اور ہنگامہ آرائی پائی جاتی تھی۔ کِس کی مجال تھی کہ اُن کے داؤ پیچ کا مقابلہ کرتا۔

جی میں آتا تو بائیں طرف کو جاتے جاتے دائیں کو مُڑ جاتے جیسے مُرغابیاں جھیل میں گھومتی پھرتی رہتی ہیں۔ وُہ لوگوں کی آنکھوں کا نوُر تھے۔

جہاں کہیں وُہ کھیل کے ماہر دو عزیز مونیوں کے ہار ایک دوسرے پر سوار ہونے کا کھیل کھیلتے۔ مونیوں کے دو دانوں کی طرح (وُہ) پیار سے جگمگا اُٹھتے تھے۔

میں کیا جانوں ہری (بھگوان) نے اس میں کیا مصلحت دیکھی تھی کہ وُہ اس طرح بل کھاتے ہوئے اُچھلا کودا کرتے تھے۔ جیسے ایک نونہال ہرن پہاڑیوں پر۔ اُن کے ہاتھ میں ملائی کے پیالے ہوتے تھے اور باتیں ایسی کرتے تھے کہ گویا اُنکے مُنہ سے موتی برس رہے تھے۔

وُہ معصومیت سے ٹوٹے پھوٹے چاولوں کی مُٹھیاں چھُپا چھُپا کر رکھتے تھے اور چبا چبا کر ایک دوسرے کو کھلاتے تھے۔ لمحہ بھر بھی ایک دوسرے سے دُور نہ رہتے اور دُور ہوتے تو کھانا دانا تک بھُول جاتے۔

ایک دن ایسا ہُوا کہ بھگوان کو بھُوک لگی تھی، چاولوں کا اپنا حصہ ختم ہو چکا تھا۔ وُہ سُداما جیو سے مانگنے لگے۔

سوہ وام جیوس اوس منگنی ،،

سِریچھوٗل ژوٗرِ ژوٗرِ کھیوٗ سوامن پوٗریوس نتہٕ لوٗگ سمسارہٕ پامَن

اَتھ چھوٗن بھگوان دوٗرِ وُچھنی ،،

منگتس تہٕ مرنس چھےٚ کُنی وارتا کرشنس یوٗد آس زرا کارتا

توٗ تہٕ پیوس تیوٗت کروٗٹھ اَتھ دارُنی



سُداما نے چوری چھُپے اپنے چاول کھائے، بھگوان دُور سے خالی ہاتھ منہ تکتے رہ گئے پھر ایسا ہُوا کہ سُداما کو بعد میں پُوری نہیں پڑی اور دُنیا کے طعنوں کا شکار بن گیا۔

مانگنا اور مرنا ایک جیسی بات ہے۔ کرشن اگرچہ حقیقت میں شکل وصورت سے مُبرّا ہیں۔ لیکن ہاتھ پھیلانے میں اُنہیں بھی بہت ہی دُکھ محسوس ہُوا۔



# گیت

بیہ کتہ ژھکتس منہ منز باو — دیہ نے داتہ ییس منگنے دراو
اتہ گیہ بتہ نے اتہ لیو دیچھ — اتس اتہ گتہ کرہ کیاہ دیچھ
دیچھ سوری دیہ ییس اچھ مژراو — دیہ نے داتہ ییس منگنے دراو
سرگس چھ وسرتھ دارہ تہ بر — اژھہ رژہ تژہ ونہ تھتھ اندر
ہرہ ییس نفرہ گل کرہ کھتہ کراو — دیہ نے داتہ ییس منگنے دراو
چندہ گوی راوہ تس لیوچ دیتے — دزا الدس سنز تھ پوشنیس تہ دے
روزمنت ان تس کتہ بیہ چھاو — دیہ نے داتہ ییس منگنے دراو
پرماننہ ونتہ سوداتن — رژہ رتھ کلس کیاہ بیہ بامن
ہر دچھ سرمی پوش چھولہ ناو — دیہ نے داتہ ییس منگنے دراو



# گیت

بھگت کے من میں شوق کیسے پیدا ہو۔ اگر داتا جسے وہ کچھ مانگے عطا نہ کرے۔

جب تک اُس کے فضل سے حقیقت آشکارا نہ ہو جائے۔ اندھے کو اندھیرے میں چراغ کس کام کا؟

بہشت کے دروازے اور دریچے کھلے پڑے ہوں اور حوریں اُس میں ناچ رہی ہوں لیکن جس کی قسمت کے پھول جھڑ گئے ہوں۔ اُسے گلزار بہشت سے کیا خوشی ہو سکتی ہے؟

جس کو داتا نہ دے۔ اُس کی جیب کا دھن گم ہو جاتا ہے۔ اس بدبخت کا جمع کیا ہوا اناج بھی پکانے کو کافی نہیں ہوتا۔ اور پکائے ہوئے چاول بھی کچے ہی رہ جاتے ہیں۔

اے پرماتما! شردھا کا وہ ماجرا سنا۔ جس سے مرجھائے ہوئے درخت میں پھر سے کلیاں کھلنے لگیں۔ اور خزاں کے خنک موسم میں بھی پھول نکل آئیں۔



اَسان وَ ننے لجاو سوه دامس        سرُوگہِ مہولہِ درا الدا ئز رَٹھ انعامس

ہیُون دِیُن پانہٕ وُٕنی پزہ میترہِنی

درِ درہ بھگوا ٕنی موہ کھ ووُنس تے        یا ٕنِ دوٚپنس نا ٕنی تِی ہُنس تے

گوُنتھ چھُنہٕ کرمُک کھر کا سِہنی

کھُٹت بوٚل پیٚتھ رُود بُنزا ٹہی        دوہہٕ اکہِ پھل کیاہ نو یہِ توہ ذانز

وُوہِ یُس یہ بوہ وِہ تَس تِی پیٚپنی

تو وپتہٕ کیوُنڈ کال پانس پانس        پنٕنوی ہیُون دِیُن پنٕنس وانس

یہ تامہ رِزہ شرط آو بیتہِنی

اَسوہ دامس گو دِیُہہ سوہ دامے        ہیُون پوس منٕلِ تے چیُون پوس

ہٹہٕنے لوٚگ زِہ چھُسنہٕ ہٹہٕ وسہِنی

اَتو گرُہہ روٚس اوس گرُہہ بزہِنی        تِی لوٚگ کرنے بیتہٕ پرزنی

شلہِ وا سہٕنہ تَس لُجہر سِنی

سورہِ سنپتا دیوپ دیپتا ئے        زھیٚپہِ اوس دوان دِیپہ کتھ شائے

ہنس ہنس کر (کرشن) سُداما سے کہنے لگے۔ دوستوں کو آپس میں
لین دین قایم رکھنا چاہیئے (تُو نے ایسا نہیں کیا تو) لے اب سستے داموں
بدبختی کا انعام حاصل کر۔
کرشن کا زبان سے اُسے بدبخت کہنا ہی تھا کہ ایسا ہی عمل میں آیا۔
کوئی دوسرا کسی کی تقدیر کی اُلجھنوں کو سُلجھا نہیں سکتا۔
یہ بیج کچھ عرصہ تک زمین میں چھپا رہیگا۔ آخر ایک دن آئے گا جب وُہ
پھل دینے لگے گا۔ جو جیسا بوئے اُس کی ویسی ہی فصل پکے گی۔
اُس کے بعد کچھ مدت کے لئے
دونوں اپنے اپنے ہی بیوپار میں لگے رہے۔ جب تک شرط[۱] پوری ہوئی۔
سُداما کا آبِ حیات زہر بن گیا۔ جو اُسے مول لے کر گھونٹ گھونٹ پینا
پڑا۔ یہ گھونٹ اُس کے گلے سے نہ اُتر سکے۔ اس لئے وُہ اس سے ہٹنے[۲] لگا۔
فضل (خدا) سے محروم ہو کر وُہ گھر بار چلاتا رہا۔ اور وہی کچھ کرنے لگا جو
شایاں نہ تھا۔ اُس کی معصومیت اور صداقت تو لُٹ چکی تھی۔
اُس کی خوشحالی ختم ہوگئی۔ اور مصیبت نے اُسے آن گھیرا، وُہ چھپتا پھرتا
کیونکہ کہیں سر چھپانے کو جگہ دکھائی[ہونہ دی] ادراک کی رہبری سے بھٹک کر وُہ توہم کا شکار
ہو گیا۔

---

۱ یہاں شرط پُوری ہونے سے خمیازہ اُٹھانا مُراد ہے۔ (مترجم)
۲ کشمیری میں ہٹنے کے معنی سُست ہونے کے بھی ہیں۔

اٰنکہِ وَنہٕ ڈٕرٕ لمٕت لجوٕ شینکنیَ ؎

پٕھین پاک آس وٕوٕ مَژہِ کھینتے — اوٕل بول پھوٚل تس تٕے لوٚگ نٕھتھی سینتے

کرمہٕ لوٕن پرٕون تسَ لوٕنہٕ ناوٕنیَ ؎

شٕرِی کس تہٕ باٗزٕ کس تٕے دِین کس تٕے راٗژٕی — سٕہ شیلا گیہٕ بیٚژ آرہٕ کاٗژٕی

پانہٕ واٗنجِ رٕتم نہٕ زانٕتھ شیچھ پرٕژھنیَ ؎

وٕیپتایہِ رٕٹٕ میتی گنٕڈ کٕڈ نکھ ستےَ — گنٕڈ گیہٕ نٕھتھی منٕز ژھنٕڈ کٕڈ نکھ تے

ژھرٕنٕڈ آسی دیوان تہٕ گینٕتھ نٕہ ژھوٹنیَ ؎

گیانہٕ مٕہ کھٕییٚژ سٕہ کھیہ آسہٕ ونٕوی — بھگوان نٕیس پٕچھ دوٕکھ کاسہٕ ونٕوی

ژوٕ یاٗرِی مَنہِ اوسٕکھ باسنیَ ؎

گِندہٕ ونٕی یادو شٕرِی پانہٕ واٗنِی — بلہٕ ویر اکھ اکس خوٕتہٕ مان مٲنِی

کرشنہٕ جوٕ چھٕ وٕن کرِشنہٕ پُتبنیَ ؎

دوٕہہ اکہِ سٕہ دام جیچ پیوین یادٕ کر — انوٕ گرٕ ہیٚہ واٗنیہِ لوبٕنس نادٕی

لوکچارہٕ اُسرٕ نہٕ اٗس یُتھ گِندنیَ ؎

اُس کی بوئی ہوئی کھیتی پکنے لگی۔ اُن کے پودوں میں پھول پتے لگے۔ اور وُہ اُسی ہیر پھیر میں لگا رہا۔ قانونِ عمل کے تحت اُسے پرانے اعمال کی فصل کاٹنا ہی پڑی۔

اب بال بچوں کا خیال کون رکھے؟ عیش کے دن اور راتیں اب کہاں؟ سوشیلا (سداما کی بیوی) حیران و پریشان ہو گئی۔ آپس میں وُہ (میاں بیوی) ایک دوسرے کی خیر و عافیت تک نہیں پوچھتے تھے۔

مصیبت نے اُن کو آن جکڑا، اور ان کی تباہی میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ وُہ اُسی میں غرق ہو گئے۔ اور پانی سر سے گزر گیا۔ کشمکش میں برابر مبتلا رہے۔ مگر مصیبت ذرا بھی ختم ہونے کو نہ آئی۔

بھگوان جو معرفت ہونے پر عین سرور ثابت ہوتے ہیں اور جو سب کے دکھ درد مٹانے والے ہیں اُن کی ہستی ان کے دونوں کے من کو ہر جگہ محسوس ہوتی تھی۔

یادو (سری کرشن کے خاندان کے) بچے آپس میں کھیلا کرتے تھے، وُہ بہادری میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ کرشن جی اُنہیں کھیلتے دیکھا کرتے تھے۔

ایک دن اُنہیں سداما جی یاد آیا۔ شفقت سے اُس کو یاد کیا خیال آیا کہ بچپن میں ہم دونوں بھی اسی طرح کھیلا کرتے تھے۔

سنہ دام پَتِنِس دَریدرہ باوس   ناوہ کور تارِتھ ہے ورزِنس واوس

وُنِہٕ نہٕ زِہ اَنِہٕ گرِہِتھ رزہ لَمِہنیٖ ،،

زَڈِہ بھم لُہفارَن لو گُت دَرَس   پان کُشرآدِتھ پرمیشورس

یُس ناچھِہ یتہٕ تَتہٕ موہ کلاوَنی ،،

دَماتَری تَتہٕ وَنِہٕ پھیرَنی   جَنِہٕ تَس رَٹِہٕ مِتھ وَنِہٕ کرِیرَنی

رٔچھتھ بھکھی دِنِہٕ چھس رٹوَنی ،،

سٔہِتھ سُوتھی ہی دوہ کھ تے آدِ   دادِین رنگہٕ رنگہٕ گُھتمِتی لادِی

لَد مُتی مِیہ مِیترن تہٕ چھم لادَنی

تَیتہٕ نیم کرِہ وُن بھگوت لیلا   یوہ تام یتھ پیٖکس انز گرہِتھ ویلا

وُ ذِ وُ ذی وَنِہٕ نی وہنز دوانی ،،

مَنِہٕ زِنشہٕ آسِہٕ بوز وہ پدوین پانے   اَنتر یامی شری بھگوانے

ترکِہ ژِن ہِین ہِین زِیر دِوَنی ،،

سمسارہٕ زالہٕ نتہٕ کُس مہ کلھے   یمہٕ بنِیہٕ وَمہٕ اَکہٕ پانے گکہٕ ہے

سدا ما بدبختی کی حالت میں اپنی ناؤ اس احتیاج کے طوفان میں کیسے پار لگاتا۔ وہ تو ابھی فضل و کرم کی رسّی سے ناؤ کو کھینچنے نہیں پایا تھا۔

وہ گویا جدّ بھرت کی طرح ششدر رہ گیا تھا۔ جس نے (غرق ہونے پر) اپنے آپ کو بھگوان کے سپرد کیا تھا۔ جو دُنیا اور عُقبےٰ میں نجات دینے والے ہیں۔

یا وہ دنا تربہ کی طرح (توکّل بہ خدا کر کے) بے حرکت ہو گیا تھا جس کے بال جنگل میں پھرتے پھرتے کانٹے دار جھاڑیوں میں پھنس گئے تھے۔ اور لوگ اُسے قُربانی دینے کے لئے پکڑ کر لے جانے لگے تھے۔

اس خیال سے کہ یہ شدید دُکھ درد میرے اپنے ہی محبوب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ وہ اُن کو سہتا رہا۔ اگرچہ اس کے ہاں طرح طرح کے دُکھوں کے ڈھیر لگ چکے تھے۔

وہ روزمرہ خدا کی حمد و ثنا کرتا رہا۔ اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا تھا، پھر بھی وہ جنگلوں میں اُسے تلاش کرتا پھرتا تھا۔ حتیٰ کہ رحمت کی گھڑی آ ہی گئی خود بخود اُس کے من میں انوبھو (یعنی احساس) ہونے لگا کہ انتریامی بھگوان (یعنی خدا جو ناظم جان ہے) ہر ایک کی فطرت کا الگ الگ طور پر محرک ہے۔ ورنہ کون سنسار کے جال سے چھٹکارا پا سکتا ہے؟

کسی کو وہاں (یعنی دیوتاؤں کا اڑن کھٹولا) بھی مل گیا۔ کونسی بڑی بات ہوئی؟ کیونکہ موت کا خوف بہرحال ہے جو اُسے ایک دم میں نابود کرتی ہے

وۍمان پرٲوِتھ تۄ تہٕ کیاہ سپنۍ ۔۔

گرٕٛھ ہاوٕ تۄتت یتہٕ کرٕشنہٕ اوتارٕ  رٕٹۍہن نالے شہ بالہٕ یارٕ
منگہٕ ہس تہٕ کینٛہہ حال چھس روشنۍ ۔۔

منس پۍ تس زہ باری یایہ ڈنے  باری یا تورے لجس ونینے
سمیوکھ آلو تہٕ کیاہ ونۍ ۔۔

ووٕنس تۍ تمہٕ سوشیلاے  پیتہٕ وٕزنا سُتی باری یاے
اوٚش تس ژالہٕ ژالہٕ اوس ژلنۍ ۔۔

گرٕھ ہلھ تسُنٛد نشہٕ تہٕ وینپا سورے  دارے بنیہٕ کینٛہہ تہٕ پانے ہورے
ہورس تس چھینہٕ زانٛہہ سورنۍ ۔۔

بوٗزِتھ سوٗ دامگو ہرشس تے  اندر یُم گیان آس سپرشس نے
بوزنشہٕ یثر رُت ڈراسس یترشینۍ ۔

اٚنتھ آکھ آپدایہ آسۍ ناسنتھۍ  پسن کرہٕ نے آکھ ۔۔
ونٛدگ، واو آکھ ووندہٕ دوٗرنۍ ۔۔

اُسے خیال آیا کہ کاش میں وہاں جاتا جہاں بھگوان کے اوتار
کرشن رہتے ہیں۔ اور اُس بچپن کے دوست کو گلے لگاتا۔
میں اُن سے کچھ نہ مانگتا۔ وہ تو سارا حال جانتے ہیں۔ دل میں
خیال آیا کہ بیوی سے اس بات کا ذکر کرے۔ لیکن بیوی اُدھر سے آپ
یہی بات کہنے لگی۔ دونوں ہم آہنگ ہوئے۔ اب کہنا سننا ہی کیا باقی رہا تھا
اُس پتی ورتا (یعنی وفادار) سوشیلا نے آنکھوں سے متواتر
آنسو بہاتے بہاتے اُس سے وہی بات کہی (جو اُس کے من میں تھی)
(اُس نے کہا) تو جو اُن کے پاس جاتا، تو یہ مصیبت دُور ہو
جاتی۔ اگر کچھ لین دین باقی ہوگا، تو وہ آپ ہی چکا دیں گے۔ اُن کا
خزانہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔
یہ سُن کر سُداما نہایت خوش ہُوا۔ اندر کی روشنی اُسے
چھو گئی۔ اور ادراک کا یہ فال (اُس کے لئے) نیک ثابت ہُوا۔
تھے در اصل وہ نیک ہی۔ اس لئے اُن کی مصیبت ختم ہونے
لگی۔ بہار اُنہیں خوشی کا پیغام لے کر آئی۔ اور زمستان بدبختی کی
ہوا اُن کے دِل سے دُور ہونے لگی۔

سکھر نہٕ لوٚگ پیدٕ گٔیہٕ تَس پکھے دُور بیر زونمُت اوسُس نکھے

سورِہ سعہ کھہ لوٕ تیہِس بور نکھنیٔ ر

وٕنہٕ نے لوٚگ تَس (بارِ) یا یِہ گُنُوئی کُن یار میون کیاہ گرٕژھ تَس گُنُوئی

اکھ چھوٚن چھُنہٕ کانٛہہ تور واتنیٔ ر

فکرن ژامُت یژ منند چھے ہارِہ اکہ تارِہ گومُت نُن لچھے

سنت یوٚد چھہ ساسَن ساس زانِنیٔ ر

میلہٕ نیچ نہٕ آشا زہ منگہٕ ہَن کاٹنسے سنتریتھ پانہٕ کیٛنچھ نہٕ کوٚرمُت آنسے

تُہٕ ژُھٹی ژُھٹی اُسی دوہ بَرَنیٔ ر

رِزہ کُنہٕ ورِتسے پھولہٕ پوشہٕ باغیٔ وُزِہ کُنہٕ ورِزہ شُمنیچی زاگی

زز رتھ سرِہٕ پوش آسہٕ دوہ زلنیٔ ر

ژھوٚٹمُت توٕ تمہٕ ژھوٚٹ پھلہٕ پھلے کھَل زن سوٚمبرِ وُن ہلیہٕ ہیٚلے

سرِی کمٕ مہٕ مہٕ ٹھ دراہِ مہٕ چھہ موٚرنیٔ ر

سوٚدرَسے منٛزہٕ موٕ ختہٕ لوٚرَسے ژالے ڈالان پھلہٕ پھلہٕ کرِنس مالے

سفر کی تیاری کرتے ہی گویا اُس کے پَر لگ گئے۔ جسے دُور سمجھا
تھا وہ پاس ہی تھا۔ خوشی کی وجہ سے اُسے کندھوں کا بوجھ ہلکا
محسوس ہونے لگا۔

اپنی بیوی سے (سُداما) کہنے لگا۔ میرے وہ واحد دوست
ہیں۔ اور میں اُن کے پاس جاؤں گا تو بھی پر خالی ہاتھ وہاں کوئی نہیں پہنچ پاتا
شرم کے مارے وہ پریشان ہو رہا تھا، جس طرح کوئی ایک کوڑی
کے لئے لاکھوں روپے کا محتاج ہو۔ حالانکہ سنت لوگ ہزاروں روپیوں
کو خاک سمجھتے ہیں۔

کہیں سے کچھ ملنے کی اُمید بھی نہ تھی۔ جو کسی سے مانگنے جاتے۔ عمر بھر
تو اُنہوں نے جمع بھی کچھ نہ کیا تھا۔ کیونکہ بیچارے بھوسہ پھٹک پھٹک
کر دن گذارا کرتے تھے۔

شاذ و نادر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے محابا ایک گلشن کھِل اُٹھتا ہے
ایسی بھی کوئی ساعت ہوتی ہے کہ کسی کا ناک لگائے ہوا نفس نیک یکایک
بیدار ہو جاتا ہے۔ اور مُرجھایا ہُوا پھول پھر رنگ اور روپ کے ساتھ چمک
اُٹھتا ہے۔

اُس (سوشیلا) نے پھٹک پھٹک کر چھلکوں کو ایک ایک کر کے
پھینکا ... جیسے کوئی خوشہ خوشہ اکٹھا کر کے ایک ڈھیر لگا دے
مگر اتنا بڑا دھندا مول لیکر بھی مشکل سے مُٹھی بھر ٹوٹے چاول ہی مل گئے۔ جن
کے ساتھ کچھ بھوسہ بھی ملا ہوا تھا۔

گویا چاول کے دانے سمندر میں سے نکالے ہوئے موتی اور مونگیا کی

اَرِگہ پوشہ پوزہ ہَن زِہ نارایئنیٔ ۔۔

پُوزِہ پلواہ تہٕ اوس سوہ شیلاسے گنڈتس سوہ کوٗم موہ ڈٕ تتھی ہیوٕ کھدا سے

نیٛتھہ نٔنی پانہٕ رُوز پَنہٕ مریٛنی ۔۔

سوہ دام جیوٕ ڈراو پیرے پیرے وَنیپتاپہٕ ہنزے مُوہ اندھیرے

گرٕ ہن کورمُت انو گریہنیٔ ۔۔

سوہ دام مند چھان وَتہٕ وَتہٕ پکان کوٗم موہ ڈٕ میاگی کِتھہ رٔٹا شری بھگوان

موکھتہٕ چھُہ تتہٕ تس انبار ہٕنیٔ ۔۔

رُودمُت اوس نٔ زِہ مند چھنہٕ کُنے گجُھر دوہ ندرٕ تس موہنیٔ وُنے

بچہ دشہ کرشنہٕ کرشنہٕ اوس ذپینیٔ ۔۔

مُنہٕ دھیان دارتھ ساری مُشرٲوِتھ پرٲوِتھ گیان مان ایمان ترٲوِتھ

پکہ گومُت نیٛتھر وَتہٕ پکنیٔ ۔۔

تن مَنہٕ اچھ کِنہٕ اچھہٕ تے کھوٗرِ وچھہ وُن بوزہٕ وُن تہٕ پکہٕ وُن زورِ سے

نِتہٕ نیوٗ زورہٕ تور بھگوانیٔ ۔۔

مٹھیاں تھیں جن سے ہار بنانے تھے۔ اسی طرح اُس نے (سوشیلا) نے ایک ایک دانہ چُن لیا۔ تاکہ بھگوان کو اسی ارگھ پُشپ (چاول اور پھولوں سے) پُوجے۔

سوشیلا کے پاس سر ڈھکنے کے لئے ایک کپڑا تھا۔ صلاح یہ ٹھہری کہ وُہ مٹھی بھر بھوسہ اسی میں باندھا جائے اور وُہ ننگے سر اندر ہی اندر پتوں کی جھونپڑی میں چھپی رہے۔

سُداما جی مصیبت کی ظلمت میں سے جو اُس کے توہم سے پیدا ہوئی تھی ایک ایک قدم باہر رکھتا گیا۔ خدا کے فضل نے اُس کا ہاتھ (رہبری کرنے کے لئے) پکڑا رکھا تھا۔

اس خیال سے کہ یہ میرا مُٹھی بھر بھوسہ شری بھگوان کیسے قبول کریں گے۔ اس صورت میں کہ اُنکے ہاں موتیوں کے ڈھیر لگے رہتے ہیں۔ وُہ راستہ چلتے چلتے شرمسار ہو رہا تھا۔

شرم کے مارے گویا اپنی خودی کھو بیٹھا تھا۔ اُس کے دل سے موہ (فریب نظر) دُور ہو گیا تھا۔ وُہ روحانیت کے عالم بالا میں کرشن کا نام لیتا جا رہا تھا۔

من میں دھیان لگا کر، سب کچھ بھول کر، عزت و بے عزتی کا خیال چھوڑ کر اور معرفت سے ہم آغوش ہو کر وُہ بہت سفر کرنے سے پختہ ہو چکا تھا

تن من آنکھ کان ہاتھ پیر (یعنی حواس و اعضا) سے وُہ دیکھتا ہوا اور سنتا ہوا۔ تیزی سے (یا کھچا ہوا سا) آگے بڑھتا گیا یوں کہیئے کہ بھگوان اُسے وہاں (اپنے ہاں) کھینچ کر لے گئے۔

وُنہ اوس وراتنۍ دوار کا مندرو — سکھرت رُو وُمت شاھہ سُندرو

برونٹھ نیرہ یارس تہ سیتۍ رھمتی ؎

اَتھ ہیتھ پوشہ مال دوشوۓ باڑہی — کرشنہ جُورۍ کھمنہ کرہ وُن سنٹری

از ییہ سوداما چھکھنہ لھنیکنی ؎

یُس کانٹھ تَس کُن اَکھ پُور پھیرے — بھگوان تَس تورہ دہ پیری نیرے

نیرہ چھُہ ہیوُر تے دُورہ دُورِ ؎

سیوُد سادہ سوداما گرہ ذرا متییے — ویوُد نہ زہ کتہ چھُم مارہ معتییے

وُدی وُدی یُیژ اوس تھوُدی برنی ؎

سوُدرس تھاہ تَس اَشنۍ دارے — ناو نہ تہ نشانہ ناو کور تارے

باو تَس ہانز بُٹھی تہ بیرہ ہاوۍ ؎

پکہ وُن نہ یارس کُن زیرہ زیرے — غوصہ لوسہ ذراس یارہ سنز سے ویرہ

وُدہ وُن تہ لدہ وُن سگ کو سمنی ؎

لولہ سیتی وولہ ستہ ہیرہ بونہ پانے — اَتھ چھُون تہ نیتھ نوُن درینٹھ لوپانے

ابھی تو وُہ دوارکا کے محل میں پہنچا بھی نہ تھا کہ شیام سُندر پہلے ہی سے تیار ہو بیٹھے کہ رُکمنی کو ساتھ لیکر پیشوائی کر کے اپنے پیارے دوست سے ملیں۔

دونوں میاں بیوی ہاتھوں میں ہار لیئے ہوئے تھے۔ کرشن جی رُکمنی کو تسلی دے رہے تھے کہ آج تو سُداما آتے ہوں گے۔ کیا تم یہ فخر نہیں مانتی ہو؟

جو کوئی اُن کی جانب ایک قدم اُٹھاتا ہے۔ بھگوان اُدھر سے دس قدم اُس کی طرف آگے بڑھتے ہیں۔ انسان جتنا اُن کے قریب آنے کی کوشش کرتا ہے اُتنے ہی وُہ قریب تر ہوتے جاتے ہیں، لیکن دُور رہنے پر وُہ اور بھی دُور رہتے ہیں۔

سیدھا سادہ سُداما گھر سے چل پڑا تھا، پر اُسے معلوم نہ تھا کہ میرا محبوب کہاں ہے۔ روتے روتے اُس نے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے وُہ اتنے آنسو بہاتا گیا۔ گویا سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ زن تھا اور وُہ ناؤ کدھر کو لے جاتا۔ رہنمائی کے لیئے کوئی نام و نشان نظر نہ آتا تھا۔ شوق ہی اُس کا ناخدا بن کر اُسے ساحل اور کنارے دکھاتا گیا۔

دھیرے دھیرے وُہ اپنے محبوب سے ملنے کے لئے آگے آگے بڑھتا گیا۔ دوست کی خاطر سے وُہ اپنی ساری رنجشیں اور تھکاوٹ بھول گیا۔ وُہ روتا تھا گویا آنسوؤں سے پھولوں کو سینچتا گیا۔
اس میں سرتاپا پریم کی بشاشت نمودار تھی لیکن لوگوں کو وُہ خالی ہاتھ

جان پان کَسن تام پُشراونی ۔۔

کیتھہٕ مشرٲوِتھ رتنن ہٮ۪رزے    موختہٕ لۆبُمت پانہٕ پانس منزے

اَتھہٕ کھور ترٲوِتھ وٕ تہٕ لارنی ۔۔

بھگوت رسہ اوس جیٚنسہٕ ڈۆلمتُوی    رسہٕ رسہٕ سمسارس ژۆلمتُوی

دۆوارہٕ کانہہ وٕ ٲتھ تہٕ چھُنہٕ زانُنی ۔۔



دراہتی تنبلتھ تیٚنہٕ وٲرِہی    شیشہٕ ناگہٕ پٲرِین لجہٕ نکھہ پٲرِی

بروٚنٹھہٕ بروٚنٹھہٕ کرِشنہٕ جُو تہٕ پیتہٕ رُکھمنی ۔۔

تورِ ژ دراو بھگوان سعہ درشنے    یورِ سعہ دام جیوگوس ارپنے

پانہٕ وٲنی وُچھنے لجاتِہ سعہ پنے ۔۔

کوچہ کیتھہ ہیتھہ نیتہ کھ اندر یُم گرے    کھور ہیتھ رِ کھن تہٕ اَتھہٕ اتشورے

گندنے لنگر تس بِشتہٕ برار ینی ۔۔

چھلکہٕ اَتھہٕ کھور سعہ دامس تے    لۆگمُت اوس بھگوت نامس تے

اور تن برہنہ دکھائی دیتا تھا۔ وہ تو اپنا جسم و جان کسی کو سونپ چکا تھا
جواہرات وغیرہ کا خیال چھوڑ کر اُس نے اپنے ہی میں دُرِ مقصود
پا لیا۔ اور ہاتھ پیر کا خیال نہ رکھتے ہوئے وہ راستہ طے کرتا گیا
عشقِ الٰہی کی مے نے اُسے مدہوش کر دیا تھا۔ وہ دھیرے
دھیرے سنسار سے دُور ہُوا جا رہا تھا۔ اور دوار کا پہنچنے پر بھی اُسے
یہ معلوم نہ ہُوا کہ یہ دوار کا ہے۔



کرشن جی آگے آگے اور رُکمنی اُن کے پیچھے پیچھے (شش
ناگ اُن کے قدموں پر نثار!) شوق کے جذبۂ بے اختیار سے (مجبور
ہو کر) ننگے پاؤں ہی روانہ ہوئے۔
اُدھر سے حسنِ مجسّم بھگوان آئے۔ اِدھر سے سُداما جیو
نے اپنا آپ اُن کو سونپ دیا۔ دونو کو ایسا محسوس ہوا جیسے خواب دیکھ
رہے ہیں۔
وہ اُس کو گود میں اُٹھا کر محلِ خاص میں لے آئے۔ رُکمنی نے پیر پکڑ
رکھے اور بھگوان نے ہاتھ۔ پھر وہ اُسے ہنسی مذاق سے بہلاتے رہے۔
سُداما کے ہاتھ پیر دھوئے گئے، کیونکہ وہ بھگوان کے نام کی
مالا جپتا تھا۔ جو طالب کسی پر فدا ہوتا ہے، اُس کا محبوب بھی اُسے ویسا

لگہ ییس ییس تَس سوٗچھ لَگنی ،،

سوہ دامہ جیو لوٗب تِھقوٗی بھگوانَن      راتس منز بُتھ چھہ سر لیکیس زانَن

نتہٕ لیب سَنتان سُسند یمنی ،،

بھگوان رکھمنہٕ کُن وَننی      سوہ دامہ جی چھُنہٕ وُنہٕ یوانی

یور کور واتہٕ ہے سوٗ دُور پاتھنی ،،

سوہ دامہ لوٗ بھُت کہنی تامہ پاٹھی      منز شتہ کرشنہٕ جُو رکھمن نتہٕ تاکھی

واتھ آسہ آسان یُھقوٗی تاطھیٔنی ،،

للہٕ وان کرشنہ جُو اوس تس کتھ چھے      لوگمُت سوہ دامہ پیرُش مَند پچھے

کرشنس کُن چھُنہٕ اُچھہ مُژرَنی ،،

نتہٕ چھا میہٕ زاءِ ینتھ یہ آسہ بنیہٕ کاٗنسے      ییُمہ تپسیا آسہ کرمژ واٗنسے

کاٗنسین چھا یتھ پریم برَنی ،،

توہٕ کنہٕ بھگوان وِلہٕ وَنہٕ نس تے      دِلہٕ چھے جریہٕ توہٕ کیا لکھمِنس تے

پاتجین پوٗزنس اوس میٖننی ،,

ہی چاہتا ہے۔

سداما کی ملاقات کو بھگوان نے ایسا مُغتنم جانا جیسے اندھیری رات میں سُورج طلوع ہو یا جیسے سانديپن¹ کو گمشدہ فرزند پھر مل جائے۔

بھگوان رُکمنی سے کہنے لگے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ سداما جی ہی ہیں۔ اتنا دُور کا راستہ طے کر کے وہ کیسے یہاں پہنچ سکتے۔

سری کرشن نے سداما کو گویا کسی عجیب حُسنِ اتفاق سے پایا تھا۔ اُس کو دیکھ کر وہ رُکمنی اور دوسرے عزیزوں کو بھی بھول گئے پیارے اپنے پیاروں سے ایسے ہی ملتے ہیں۔

کرشن جی اُس کو اپنی گود میں لے کر پیار کرتے رہے۔ سداما تو مارے شرم کے کرشن کی طرف آنکھیں اُٹھا کر دیکھ نہ سکا۔

(سداما نے سوچا) ہو نہ ہو یہ مجھے کوئی اور ہی سمجھ بیٹھے ہیں جس نے عمر بھر ریاضت کی ہو، ورنہ ادنیٰ لوگوں سے پیار کون کرتا ہے اس لئے بھگوان پُچکار پُچکار کر اُس سے بولتے رہے، اُس کے دل میں پریم کی نہروں کو اور گہرا بناتے گئے۔ اور پریم رس کے پرنالے بہاتے گئے۔

---

¹ سانديپن کا بیٹا سمندر کی تہ میں کسی رکشس نے چھپا کر رکھا تھا بعد میں سری کرشن اُس کو وہاں سے واپس لائے اور اُسے اپنے باپ کے سپرد کیا۔

پرژھنے لوگ تس بینہ بینہ پٔری   آکھ کتہ آسن چھک کتہ شیٖے

اُچھ لوسہ بیٹھ زانٔہ چھُہ ڈیشنی ،،

میٖہ کیٖت سوٚ دامہ اُذٕ زٕ ہے کینژھا   دُذٕ زٕ ہیم شیچھو لوہ تہٕ ژٕلہ ہیم اٚنژہ ژھاہ

میٖنتہ رس نشہ چھینہ چھوٚن پیوٚ نی ،،

وُچھتہ سوٚ دامہ تمہ توٚنے موٚچھے   یٔژ کال کھینہ کھینہ ہُرہ ہم بوچھے

ہورنہ روٚس چھینہ ریٚن سورٕ نی ،،

ہورہ بٔر بھگوان زانٔہ چھُنہ چھوٚران   یوٚدٕ آسہ لوٚگی تہٕ لوٚرٕ سُت پوٚران

رٕکھ چھِہ گوڈہ پروٚن پچکاوُنی ،،

ژھارنہ لوگ تتھ ژھینمٕرٕ پوٚژٕ بے   وِنہ کیاہ کوٚنژھا کمہ تانی زوٚ شے

سٔتھ زٕن بیٹھ نا چھِہ تس ژھارنی ،،

دوہہ پھرہ بھگوٚ اُذٕ موٚچھہ موہ چھِہ کھیوٚ کوٚم " آبرہمستمبھ پرینتم "

ترٚیمہ رکھِن اُتھ رٕٹنی ،،

ژوٚہ پاٹھ پانے اوٚس وُچھانی   سوٚ دام گُنہ نتہ اوٚس بھگوانی

بھگوان میلہٕ نا بھٔرِ بھکتی

بار بار وہ اُسے لاڈ پیار سے پوچھتے رہے۔ تم کہاں سے آئے؟ ہوتے کہاں ہو؟ تمہاری راہ دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھیں تھک گئیں۔ کبھی تم کو دیکھ نہیں پاتے۔

سُداما۔ تم میرے لئے کچھ تو لائے ہوتے۔ کچھ اپنا حال سُناتے تاکہ میرے دل سے فکر دُور ہوتا۔ دوست کے پاس تو خالی ہاتھ نہیں جایا کرتے۔

دیکھو سُداما ویسے تو میں کھانا کھا بھی رہا ہوں۔ مگر تمہاری اُس مُٹھی بھر چاول کے لئے بھُوک ہر گھڑی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ قرضہ تو ادا کئے بغیر ختم نہیں ہوتا۔

بھگوان لین دین کبھی نہیں چھوڑتے۔ چاہے کوئی یوگی اور پورانوں کا ودوان ہی کیوں نہ ہو، وہ تو پہلے پرانا حساب چُکا دیتے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ کس شوق سے وہ (بھگوان) اُس پھٹے چادر کو ٹٹولنے لگے کہ دیکھیں، اس میں کیا کچھ ہے۔ ایسے ہی شوق سے اولیا خدا کی تلاش میں ہوتے ہیں۔

دوبار بھگوان نے وہ بھوسا مُٹھی بھر بھر کر کھایا (اور یہ منتر پڑھا) کہ اس سے روح اعظم سے لیکر عالم جمادات تک کُل کائنات سیر ہو جائے۔ تیسری بار رُکمنی نے اُن کا ہاتھ روک لیا (کہ کیا سب کچھ آپ ہی ڈالو گے؟)

سُداما چاروں طرف اپنے ہی آپ کو دیکھتا تھا۔ گویا سُداما وہاں تھا ہی نہیں:: صرف بھگوان ہی بھگوان تھے۔

بھگوان میلہٕ نا یھتوٗری بھکھتیٖ ۔۔

ستھ بوٗمکا پیٲوس پھٹہٕ کُن نراۓ وِتھ     ستھ ژیتھ آنندہٕ رئتپس ژراۓ وِتھ

ژیتناپہٕ ڈوٗلمُت ژیتہ ژیتنیٖ ۔۔

سوٗرس ترییش مانہٕ سرہٕ کے شنرانے     پھوپش سرہٕ گوس بوٗمبُر پانے

پرٕ مانندہٕ چھاۓ وِتھ پرانیٖ ۔۔

سوٕ دام شری بھگوانس ژراۓ وِتھ     تس روٗس ییٖ اوس تیٖ اوس تراۓ وِتھ

سوٕ کھہٕ سان ژراۓ وِتھ سوٕ کھہٕ ساکھینیٖ ۔۔

ذراوٕ تنتہٕ پراۓ وِتھ موٗ کھہٕ مُند گیانے     ناۓ وِتھ تن من ساۓ وِتھ پانے

راۓ وِتھ ییٖ کیاہ چھُ اکھہٕ یوٗنیٖ ۔۔

گجھر ژہٕ اکھہٕ توٗرہٕ رازہٕ دوارے     ناوہٕ تارس سوٗمب اکھہٕ کھنڈ ہارے

ہارہٕ تس پیٖمرژہٕ بُرژ ہارنیٖ ۔۔

برنیرزہٕ کوٗنہٕ پیرزہٕ منز بُس پھٹہٕ ژراوے     سمسارہٕ ساگرہٕ توٗر مُت ناوے

داوہٕ زن یکہٕ وُن تہٕ سیری پہٕ چمکنیٖ

ایسے ہی بھگوان اپنے بھگتوں سے ملا کریں !

وہ سات منزلیں پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اور ست چت آنند روپ (یعنی ہستیٔ مطلق، شعورِ مطلق اور سرورِ مطلق) سے ہم آغوش تھا، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ، باہر سے وہ بے خبر تھا، اُسے فقط علم ذات ہی کا احساس تھا۔

اُس کی پیاس اپنے ہی من کی مانسرور میں غوطہ لگانے سے بُجھ گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ بھونرا کنول سے نیارا نہیں۔ اُس کی جان سُرورِ کامل کا لُطف اُٹھا رہی تھی۔

سُداما کو تو شری بھگوان مل گئے تھے، اُن کے سوا جو کچھ بھی تھا، وہ سب اُس نے ترک کیا تھا۔ وہ بآسانی سُرورِ ابدی سے فیض یاب ہو چکا تھا۔

وہ وہاں سے نجات دینے والی معرفت لے کے چلا۔ اُس کے تن من دُھل کر صاف ہو چکے تھے۔

اُس نے اپنی خودی کو بُھلا دیا تھا، جو کوئی اپنے آپ کو کھو چکا ہو اُسے یہی حاصل ہوتا ہے۔

ویسے تو ناؤ میں پار اُترنے کے لئے اُس کو شاہی محل سے ایک پھوٹی کوڑی بھی ہاتھ نہ لگی تھی۔ پھر بھی باوجود سب کچھ ہار جانے کے اُسے بے شمار دولت مل گئی تھی۔

جو اس درجے تک رسائی حاصل کر چکا ہو، جو دُنیا کے بحرِ بیکراں کو عبور کر چکا ہو وہ دنیا میں کیوں چمک نہ اُٹھے۔ وہ آندھی کی طرح (بے روک ٹوک) پھرتا اور سورج کے مانند جگمگاتا رہے گا۔

کیتھہٕ پائٹھ آمُت چھُس میلتھ یارس　　ووت یلہٕ پننس پرٲنس دوارس

دٕچھنی تہٕ کھوورٕ اوس وٕ چھنی ،،

رُوزِتھ تہٕ کُنہ پیٚزہٕ بوزِتھ کتھے　　دِہٕ دیار پراُوِتھ چھینے اتھے

پیٚنہٕ پھیر پننی چھُنہٕ ڈیشنی ،،

لوسمُت تہٕ لوسمُت سوست اکالے　　پھروشت پرووُمت کیتھہ پائٹھی بلکہ حالے

من ساوٕ دان گومُت امنی ،،

یُس کأنسہِ بھگوان پانے کارٕ کیا　　پیٚنہٕ پھیر پننی بنہٕ تس دوارکا

لگہِ نزٕہٕ پریٚزہ دیہہ پر نامنی ،،

گُنھ چھُنہٕ تس روست روپی نامی　　سُوی شری کرشن جی سُوی سوامی

سُوی زان دُرے سے چھے بوی وٕنی ،،

سرو انگی یُس چھُہ نانا سانگے　　کھٹی کھٹی کیاہ پردہٕ ژٹی ژٹی نانگے

نانگے چھُنہٕ پیٚٹھ کتھ میلنی ،،

حبان پان دِتھ روزِ سوٗ ساسانے　　سورِ ساماہٕ پراوِ سور ساماننے

جب وُہ اس شان سے اپنے دوست سے مل کر لوٹا اور اپنے اصلی گھر پہنچا - وُہ دایئں بایئں ( اچنبھا ) دیکھنے لگا۔

حق کی آواز سُن کر وُہ خود تو مِٹ چکا تھا۔ اور خالی ہاتھ ہوتے ہوئے بھی وُہ مالا مال تھا، اُسے اپنی جھونپڑی دکھائی ہی نہ دی۔

وُہ نڈھال ہو چکا تھا، مگر اب اُس نے زندگی پائی تھی۔ وُہ صحت مند تھا اور قیودِ زماں سے آزاد۔ اُس نے ایسی فرخندگی حاصل کی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ اُس کا من یوں سکوں پذیر ہو چکا تھا کہ گویا تھا ہی نہیں۔

جس کسی کو بھگوان اپنی طرف کشش کریں اُسے اپنی جھونپڑی ہی دوارکا کے برابر نظر آتی ہے۔ وُہ دنیا میں جسمانی تغیر سے بالاتر ہوتا ہے۔

اُس بھگوان کے سوا کوئی اور نام یا صُورت ہی نہیں۔ وُہ سری کرشن جی ہیں اور وہی سدا ما۔ بس اُسی کو جان لے۔ "میں" کہنے ہی میں دوئی ہے۔

وُہ جو ہر ایک پارٹ مختلف صورتوں میں ادا کرتا ہے وہی پنہاں ہوتے ہوئے بھی پردے پھاڑ پھاڑ کر ...... بے نقاب ہو جاتا ہے ( مگر ) ایسی سچائیاں تو محض مانگے نہیں ملتیں۔

سارے سامان سے سج دھج کر اپنے تن من کو پیش کر، سب کچھ ترک کرنے سے سب کچھ حاصل کر۔

ہورِہ یُس تَس نکھِ بوٗر لوٗہ تیتۍ
جےجے دیوکِی ننَدۍ



جس کا قرض اُتر چکا ہو، اُس کے کندھوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اے دیو کی نندن تیری بار بار جے ہو۔



# گیت

آرس منز اژ اوے ۔ وِرگنے زن نژ اوے
لاگوس پوش پوِرنے ۔ کرشنہ جونیندرہ وُزے
ووہ پرس کس پژ اوے ۔ ر
لاجِس تنہ تنے ۔ شیہلیکھ ہنہ ہنے
کموَ پیموَ ہژ اوے ۔ ر
ہیتھ ہس پاد شیرے ۔ کرشنس زہ سرہیۃ پھیرے
خبر کیا چھم کژ اوے ۔ ر
اَشہ کنہ موختہ ہارہ ان ۔ چھ لادن موختہ ہارن
تُولِہ تُولِہ زَن رژ اوے ۔ ر
پونپر شمعس پتھ ۔ ترن کیاہ چھ کرن گتھ

# گیت

آؤ، ہم ایک دائرہ بنائیں۔ اور پریوں کی طرح ناچیں۔
پھولوں سے اُن کی پوجا کریں۔ جس سے کرشن جی جاگ اُٹھیں۔
کسی پرائے کا کون بھروسہ کرے۔

انہوں نے جو بیحد پیار بھری تھیں، اُن کے بدن کو چھُوا۔ تو
ان کے انگ انگ کو ٹھنڈک حاصل ہوئی۔

نہ جانے کتنی وہاں تھیں، جنہوں نے اُن کے پاؤں اپنے سر
پر رکھے تاکہ کرشن کے دل میں پریم پیدا ہو۔
ان کے آنسو کیا تھے گویا موتی برس رہے تھے، ان کے سامنے
موتیوں کے ہار بھی بے آب ہو جاتے۔

اُن کے آنسوؤں کے قطرے سونے کی طرح رتیوں میں تُل تُل کر
بہہ رہے تھے۔

پروانہ کس ادا سے گذر کر شمع پر جان دیتا ہے اسیطرح اُن پگلیوں
نے اپنے پیارے متوالے کے گرد پھر کر اپنی جان اُن
پر قربان کی۔

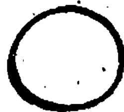
مُتِس پَتھ کرٕ مژٲوٕ۔ ،،

وَنس منز نٮ۪ہِ وارے۔ سوزان تمہٕ کرِشنہٕ پیارے

کنیو تاپو ترٲوٕ۔ ،،

یہ پہ کیاہ چھوٗی وُنہِ کروٗٹھ۔ سہ پَرمانند کمیٚ ڈیوٗٹھ

وُچھت وۆنمُت یژٲوٕ۔ ،،



جنگوں میں سخت تپتے ہوئے پتھروں پر سے ننگے پیر گزرتی ہوئی وہ اپنے پیارے کرشن کو یاد کر رہی تھیں۔

یہ کہنا کیسا گراں گزرتا ہے کہ اُس سرورِ مطلق کا دیدار کسے حاصل ہوا۔ کئی ایسے بھی ہیں، جنہوں نے اُسے دیکھکر اُس کا ذکر کیا ہے



# گیت

رادھا کرشنہ رادھا کرشنہ رادھا کرشن جی

راسہٕ منڈلس چھنچھ پریمک مس    ساسہٕ بنٛزہٕ منٛزہٕ گاٗمژہٕ ژنس

الہ اکس اتھ واسہٕ لایان آسہٕ ناداہ - رادھا کرشنہٕ رادھا کرشنہ رادھا کرشن جی

توٚت آہتو تتہٕ منتو گاٗہتو    نیاے اُنزرتھ پاپیس پیمتو

نارد، سودام، شوکھ دیو، دروہ وتہٕ پرہلادا۔ رادھا ...

بندرہٕ گوکلہ کتھہٕ چھ زہ بندرابن    بنٛدرے اندر تتھٕ چھنہٕ ڈیشن

گھمٕرشتہٕ ساریٛنز دیہہ اتہ پادا۔ رادھا ...

یی گو بھکت باونا یوگ گیان۔    پانہٕ میانہٕ نشچے کرتھ تی مان

اُتھو دو پکھہ وتھانس منٛزہٕ سمادا۔ رادھا ...

کُنلہٕ کچھہ تہٕ کنہٕ موہنہٕ مُرزا اوتھ۔ سینہٕ منٛزہ باغکو سیر باوتھ

# گیت

رادھا کرشن رادھا کرشن رادھا کرشن جی

محبت کی مے پی کر ہزاروں راس منڈل کے گرد ناچنے میں
مست تھیں۔
ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر یہی پکار رہی تھیں کہ ۔
رادھا کرشن رادھا کرشن جی
نارد، سداما، شکدیو، دھرو اور پرہلاد جیسے بھگت
وہاں خوشی کے مارے پاگل ہو رہے تھے۔
اُن کے مسائل حل ہو چکے تھے، اور وہ صحیح راستے پر گامزن تھے
اندر لوک (یعنی فردوس) کو بندرابن کے ساتھ کیا مشابہت
ہو سکتی ہے۔ اُس بندرابن جیسا شہر تو خواب میں بھی نہیں دیکھا
جا سکتا تھا۔
وہاں سب جسم خاکی کی قید سے چھوٹ گئے تھے۔
اسی کو عشق، عقیدت مندی، طریقت اور معرفت جان لے۔
میری جان اسی کو تحقیق سمجھ لے۔ یہی عالم بیداری میں حالت
استغراق ہے۔
بیرڑ، پوٹے اور پھر آنکھیں کھول ... کر اپنے سینے میں پچھے

گوکلکی موکھت گامتی دادا پرادا۔ رادھا۔۔۔

راس گو وئیتہ سمہ رسہ سمدُر ۔ راس گوَ ئیتہ ژمہ ژوک تہ موَدر

راس گو زہ رُو دُمت آسہ نہ اپرادا۔ رادھا۔۔۔

اگوی شو کرشنہ جُو سارنی ہیتھ۔ زیوہ گن کوہ زانہ تتہ اُسی کینہ

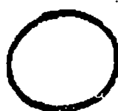
کرشنی ابا دِمان تس رُوس سارِی بادا۔ رادھا۔۔۔

پرمانندہ زیہ تہ لچھنے اَند

پوشنے ہیتھی پریم اَندے وند

رادھا سرتیہ کرنے زیہ پرسادا

رادھا کرشنہ رادھا کرشنہ رادھا کرشن جی



ہوئے اسرار گلشن بیان کر رہے تھے۔

گوکل میں (تین پیڑھی اوپر تک سب یعنی) دادا پردادا تک نجات حاصل کر چکے تھے۔

راس اُسے کہتے ہیں جہاں پریم رس کا سمندر جمع ہو۔ راس اُس حالت کو کہتے ہیں۔ جس میں کھٹا اور میٹھا ایک جیسا مانا جائے راس اُس حالت کو کہتے ہیں، جس میں کسی عیب یا گناہ کا نشان تک باقی نہ رہے۔

ایک ہی سری کرشن سب کے ساتھ تھے۔ میں کہہ نہیں سکتا وہاں جانداروں کی کون کون سی قسمیں موجود تھیں۔

کرشن ہی قایم بالذات ہیں، اُن کے سوا جو کچھ ہے وہ نیست ہونے والا ہے۔

اے پرمانند! تیرا بھی انجام نیک ہو۔ ایسا ہی پریم تیرے اندر شروع سے اخیر تک رہے۔

رادھا نے سرسوتی[۱] کے روپ میں تجھ پر عنایت کی ہے۔

رادھا کرشن رادھا کرشن جی



---

۱ موسیقی اور شاعری کی دیوی کا نام اور پرمانند کی ماں کا نام بھی یہی تھا۔ (مترجم)

# گیت

لۄسِتھ دوٗہ وۄتھِ ژکس چھُوٚی پارُن

تارُن یِہ پانٕہ پان آسِہ بیے

بۄنت کیاہ چکہ چاو چھُوٚی لوٗہ کجارُن ۔۔۔ پَتھ کالِہ بیٚتھ تہٕ کینتھ اَتھی بیے

کۄنجہٕ کرٕ کرٕ گوکھ کرنجہٕ پۄژ سارُن ۔۔۔ تارُن ۔۔۔

ژۄرس پۄژہ ہے کالے نقارُن ۔۔۔ اَکھ ہیٚتھ دراوِو پھٹُ نیبیے

اَتھی رزِہ ما آسِہ کاکُس کھارُن ۔۔۔ تارن ۔۔۔

لارُن کینہہ نتہٕ کۄناہ لارُن ۔۔۔ پمپٕرش ژھٕری ما ہیٚتھ چھُپہ کھاگ رِبیے

بۄدکرتہٕ دوٗدوٗ نشہِ پۄژ گنڈھ ژارُن ۔۔۔ تارُن ۔۔۔

بجرس کیاہ کرِہ دارُن تہٕ پارُن ۔۔۔ بالہٕ پانٕہ آسِہ سنیاسی بیے

کالہٕ نشہِ موہ کلکہ تہٕ واکھرنہٕ مارُن ۔۔۔ تارُن ۔۔۔

# گیت

دن تو ڈھل گیا۔ اب تو کس کا انتظار کرتا ہے؟
تجھے تو خود ہی اپنے آپ کو پار اُتارنا ہوگا۔
تجھے جوانی کا ایسا گھمنڈ کیوں ہے؟
تجھ جیسے پرانے وقتوں میں بہت ہو گزرے ہیں انھوں نے
تضییع اوقات سے کچھ حاصل نہیں کیا۔ جیسے ٹوکریوں میں
پانی بھر بھر کر لانے سے کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔
چور کو چاہیئے تھا کہ سر شام ہی اس خیال سے گھبرا اُٹھتا کہ
جو رسی وہ پھندا ڈالنے کے لئے ہاتھ میں لئے جا رہا ہے
کہیں وہی رسی اُسے پھانسی دئے جانے کے کام
نہ آئے۔

اس دُنیا میں ہاتھ تو کچھ نہیں آتا، مگر دوڑ دھوپ بہت ہے
کنول کے پھول کا کٹورا پانی میں ہوتے ہوئے بھی خالی رہتا ہے
ادراک کو استعمال کرکے دودھ اور پانی (سچ اور جھوٹ) کو الگ
الگ کرنا چاہیئے۔
بڑھاپے میں ریاضت کس کام آئیگی بچپن ہی سے سنیاسی
بننا چاہیئے۔ ایسے ہی تم موت سے بچ جاؤگے اور گشتی بچے جاؤگے

پراناہ کالس زٕنیتھ وۄدارُن    آسنہٕ سروانگہ نیائے ریسے

وٕنیراتھ رٕپہٕ دھیان پران سنداوُن    تارُن ...

وۄمہٕ کے شبدَے دارٕ نابہٕ دارُن    گُنبکہٕ یُوگہٕ ابھیاسٕ ریسے

شمبھو سُنبرٕتھ پان وٕیزارُن    تارُن ...

نادٕ بٕندٕ یوٗگہٕ بیول سُم گرٕتھ ہارُن    بُود نہٕ بُومہٕ اَدٕ نا ئے شیسے

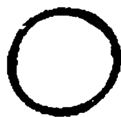
گیانہٕ دانہٕ پھلہٕ پھلہٕ کھل ہیٹہٕ سارُن    تارُن ...

موکھتی موکھتہٕ پھے دانہٕ کھارُن    'سُوہم سُو' تولائے ریسے

میینز میینز کھیرٕ سمدُر گرٕتھ پھیارُن    تارُن ...

پرمانندٕ وۄندٕ بھگوان کارُن    منز رُوزٕتھ تہٕ وَن وائے ریسے

ہُہنس جنگلس سگ دِتھ نارُن    تارُن ...



علے الصباح ہی اپنے من کو اُبھار۔ آسن جما اور اپنے سارے
اعضائے پر دیوتاؤں کو متمکن کر۔ ایسا دھیان کر کے کہ حق تعالے
ساری کائنات میں جلوہ گر ہے۔ اپنے نفس کو تقویت دے۔
اُوم اُوم کہتے کہتے من کو یکسُو کر۔ حبسِ نفس کی مشق سے
شمبھو (یعنی شانتی اور امن کے رُوپ پر ماتما) سے ہمکنار
ہو کر خود آشنا ہو جا۔

لافانی شعور کی کھیتی میں "ناد بندُو" کا بیج برابر بوتے رہ۔
پھر معرفت دانہ دانہ جُڑ کر ایک خرمن بن جانے لگے گی۔
نجات کو موتیوں سے تشبیہہ دی جاتی ہے۔ جن کا ایک ایک
دانہ اَنالحق کے ترازو پر چڑھانا چاہیئے۔ گویا بحر شیر کو قطرہ بہ
قطرہ چھاننا چاہیئے۔

اے پرمانند! دل میں بھگوان کی تلاش کر۔ باطل کے جنگل
کو آگ لگا کر سینچنا چاہیئے۔ لوگوں کے بیچ میں رہتے ہوئے
بھی بن باسی کی طرح رہ۔ جلوت میں خلوت پیدا کر۔



# گیت

کاسہ یمہ بنیہ چون پرینیم تہ لولو
ذیون مرون تے یُن گژھُن چھیہ برم تہ لولو

نیتہٕ نیم یُس کرنس لگہ بھکتی جاوٕنی — منہٕ تو رگس شنیکہ رٹھتہ وگہ بھکتی جاوٕنی
پہ سہزک دیہ رگہ رگہ بھکتی جاوٕنی — انو بہ وہ بہ وہ انو گرہیہ الگم تہ لولو

کاسہ یمہ بنیہ چون پرینیم تہ لولو

پیتہٕ لارنس اشٹہ بیعر تہ سبود وچھکھ نہ زانہ — آسہ ساری شہ گومت وود وچھکھ نہ زانہ
تس ویتن یُس چھہ ساری تھہ دوچھکھ نہ زانہ — شانت ایکانت پراوہ شم دم تہ لولو
کینہہ تہ روزہ تہ زانُن نہ زانُن تس — سوادہ اسوادہ نشہ کینہہ ہا سیّون نہ تس
کینہہ چھنس لایق تہ نو ون تس — سو کھہ دو کھہ کیاہ اتھی دُو کھہ سم تہ لولو
کتھہ کرنس تہ مرنس چھنہ ہشر — معنہ بوذنس تہ پرنس چھنہ ہشر

# گیت

تیری محبت (اے خدا) موت کا ڈر دُور کر دیتا ہے
پیدائش اور موت ایک فریب ہے۔
جو کوئی بلاناغہ اور متواتر تیری عبادت کرنے میں ثابت قدم ہو وہ اپنے
نفس کو لگام دے کر قابو میں رکھ سکتا ہے۔ تیرا عشق اُس کی
رگ رگ میں معرفت ذات کا رس پہنچائے گا اُسے وہ حال نصیب
ہو گا، جس سے خدا کا نایاب فضل اُس کا شامل حال ہو۔
آٹھوں قسم کی کرامات اُس کے قدموں پر ہونگی۔ مگر وہ ان کی طرف
آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ اس لئے کہ وہ ایسی سب باتوں سے
بالاتر ہو گا۔ سوائے خدا کے جو سب سے بڑا ہے اور کچھ اُس کی نظر میں
نہیں جچتا۔ اس کو تسکین، خلوت اور نفس و خواس پر قابو حاصل ہو گا۔
کسی بات کا جاننا یا نہ جاننا اس کیلئے باقی نہیں رہیگا۔ کھٹے میٹھے کا ذائقہ دار
یا بے ذائقہ ہونا اُس کیلئے ایک جیسی بات ہو گی۔ کوئی بات چھپانے والی
یا صاف صاف کہہ دینے والی اُس کیلئے باقی نہیں رہیگی۔ اسی کو کہتے ہیں سکھ دکھ میں
ایک سا ہونا۔
باتیں کرنے اور مرنے (یعنی بیخودی) میں بڑا فرق ہے۔ معنی رسی اور درس
کتاب میں بہت تفاوت ہے۔ خدا کا نام لینا اور خدا کو اپنا آپ سونپ دینا ایک
ہی بات نہیں۔ یہ باتیں وہ پسند کریگا جو جسمانی زندگی کو بھلا بیٹھا ہے۔

دِسے سوہ نس تہٕ شرنس چھُنہٕ ہشر ژھنہٕ تس لیس ونہٕ چھینہٕ ژھم تہٕ لولو

دزہ دیہس پزہ نزہ امرتہٕ پھل دِس پر پھیکت تیٚ پرنتھی دپس مرتہٕ پھل

کان نیرہ کیاہ نیرہ نے کانے پھل موہ کھتہٕ پلزیا تارٕی زلیس تہٕ ترٕم تہٕ لولو

وید شاستر تہٕ پران ییٚژ پرٕی پرٕی کرمہ کرمہ ابھیانہٕ سینی سُژ کرٕی کرٕی

معنہٕ لیس بوزہ بوزی بوزی شرٕتژ پرٕی پرٕی تارٕ چھنہٕ تس تارہ تارہ دوم تہٕ لولو

گال ہیٚن ہیٚن تہٕ ... تراس مُشراو زال مرہ مرد سوہ رہ سواس مُشراو

ورنہٕ آشرم کرتھ سنیاس مُشراو بُود بینوٕی چھ سود سوٕہم تہٕ لولو

ییلہٕ تیلی اندرہ لولاہ سرنیہ تیلہٕ میلی پانس ہیوہ لوکہ سرنیہ

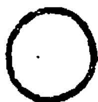
کھیلہٕ انترہ تہٕ باہرٕ کیہ کیہ سرنیہ چھُنہٕ پرواے گیلہٕ عالم تہٕ لولو

پرمانند پرمانندہ پراوتھ

پراو نوٚو نوٚو نوہ رکی جندہ پراوتھ

ناوہ ترژزہ اکھ چھوہ رکی جندہ پراوتھ

پرارٕی زہ نہٕ کنہ ورزہ نزہ تم تہٕ لولو



جسم کو امرت ( آب حیات ) دینا مناسب نہیں۔ اس کو پہلے یہ کہہ کر الگ نکال دینا چاہیئے کہ تو مرنے والا اور بگڑنے والا ہے۔ وہ تیر کیا کام آئے جس کی نوک نہ ہو۔ کیا وہ موتی کبھی کام آتے ہیں جن کو چھید انہ گیا ہو۔

وید، شاستر اور پران ( جیسی مقدس کتابیں ) بار بار پڑھکر یا مذہبی رسوم پر فخر کرنے اور اُن سے اپنے آپ کو تسلی دینے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جو کوئی شُرتی یعنی وید یا الہام ) کے اسرار مخفی کو سمجھ پائے۔ اُسے تو ادم ( اسم اعظم ) ہی پار لگائے گا۔ اور اسمیں کچھ دیر نہ لگے گی۔

جو کچھ بھی تیرے پاس ہے اس کا ذرہ ذرہ ترک کرکے ملک الموت کے ڈر کو بھول جا۔ اس خیال کو کہ میں مرنے والا ہوں۔ آگ لگا دے۔ اور سب وسوسہ دُور کر۔ ورن آشرم ( یعنی ذات پات اور مدارج زندگی ) بلکہ سنیاس تک کو بھی بھول جا۔ مطلب کی بات صرف خود شناسی ہے۔

جب اندر سے محبت کا چشمہ تجھے سیراب کرنے لگیگا تب تجھ میں اوروں کے لئے بھی وہی محبت ہوگی۔ جو تجھے اپنے لئے ہے۔ اندر باہر کا پھوّارہ پھوٹ پڑے گا۔ مضائقہ نہیں اگر ساری دنیا بھی تیری ہنسی اُڑائے۔

اے پرمانند ! سرورِ کامل کو حاصل کر، پھر نیا نیا خرقہ پہن کر تُو نوبنو ہو جا۔ بے زری کی نقدی سے کشتی کا کرایہ ادا کرکے پار اُتر کہیں دم نہ لے اور منزل کو مقامِ مقصود نہ سمجھ۔



# گیت

گُنہٕ ناہ چھُہ زِندہ مَرُن
پانٕژ رۆستہ پان سۄرُن
سہزٕ وۆنیژار کرُن

شروتھ چھَہ نس رۆپت چھُنہٕ
مُودیُس سُو لۆست چھُنہٕ
بوٚ دَپُن پھرُوست چھُنہٕ ॥

دِیہہ تہٕ من تہٕ بوٚدتہٕ چھُنہٕ
وۄنِۍ رِنۍ سبزتہٕ یِچھُنہٕ
مۆہ تہٕ برھم تہٕ دَم تہٕ چھُنہٕ

# گیت

جیتے جی مر جانا ایک بازیچہ[1] ہے
خودی چھوڑ کر اپنی اصلیت پر غور کرنا ہے۔
سہج[2] وچار کرنا ہے۔

شرتی (یعنی وید) کہتی ہے کہ اُس ذاتِ پاک کے سوا اور کچھ نہیں۔ ماسوا فانی ہے۔ جو مرتا ہے اس کو ہست نہیں کر سکتے، اس لئے جسم کو مدِّنظر رکھکر "میں" "میں" کہنا کوئی شگونِ نیک نہیں۔

حقیقت جسم نہیں، نفس نہیں، ادراک بھی نہیں۔ قاعدہ اور خوشحالی یا کامیابی بھی نہیں۔ وہم و گمان اور انانیت بھی نہیں۔

---

ع۱ گنڈنا کے معنی بازی لگانا بھی ہیں۔

ع۲ سہج سے مُراد اصلی یا فطری حالت ہے۔ سہج وچار = فطری ادراک۔ (مترجم)

ویدو ووٚنمتوٗہی!

بوٚدو دٕنہٕ اوٚنمتوٗہی

بوٚدو نِشہ ژھینوٗنمتوٗہی ،،

شکٔت ووٚنہٕس تہٕ شوٗرے

زاوکٕس تہٕ آو کوٗرے

نٔیش تہٕ دیٚن شِشہٕ تہٕ روٗے ،،

سٔتھ ژیٚتھ آندہٕ میٚیے

وانٕتھ موہیے موہیے

وانٕتھ یٔس ہٕ موہیے ،،

مٔنہٕ دوہے کاسہٕ ووٗنوٗہی

اٚستھ آسہٕ ووٗنوٗہی

نہٕ اٚستھ باسہٕ ووٗنوٗہی

ویدوں نے (اُس ذاتِ پاک کی ہستی کا) اعلان کیا ہے
بیدار ادراک والے اُس کو جان گئے ہیں۔ تفکّر سے وہ
پرے ہے۔

کوئی اُسے شکتی کہے کوئی شِو، وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا
نہ اُس کا ظہور کسی سبب کے تابع ہے۔ وہ دن میں بھی اور رات
میں بھی سُورج اور چاند کی طرح نُور ہی نُور ہے۔

وہ ہستیٔ مطلق، عرفان اور سرُور ہے
ذرّے ذرّے میں موجود ہے جسے پاکر انسان موت سے
چھُٹ جاتا ہے۔

وہ دل سے دوئی مٹاتا ہے۔
وہ ہے اس لئے کہ وہ ہے اور جو کچھ حقیقت میں نہ ہوکر بھی
ہست معلوم ہوتا ہے۔ وہ بھی وہی ہے۔

پرماتما اَپٕر

دیشہ کالہٕ وٕین تہٕ سَتھ گور

موٗرمُت بیمُہ ژرا ژر ،،

بوٗزِتھ وارٕہ پأرٹھی

تراوِتھ تأرٹھو اتأرٹھی

پاکھنڈٕہی تہٕ پأرٹھی ،،

ژیٚتھ سوٕرنُی ژیدا کاش

سرِیہٕ تَتہٕ چھُوٚی سوٕپرکاش

اَست ووٕدَے چھِنہٕ تھٕتھ ناش ،،

تَتہٕ سورُوی چھُہ شرپان

تَتہٕ ما پان وٕیپان

بھگوان تتھِ چھہِ دَپان ،،

وُہ پرماتما ہے، اُس سے پرے کچھ بھی نہیں۔
وُہ فضا و زماں کی قید سے باہر اور حقیقی مُرشد ہے۔
کُل عالم کیا، جمادات کیا حیوانات سب میں سمایا ہوا ہے۔

جب دھیان دے کہ حقیقت کو سمجھا گیا ہو اور عزیز اور جو عزیز نہ ہوں اُن سب کو چھوڑ دیا گیا ہو، تو پاکھنڈوں اور محض زبانی پاٹھ (وِرد یا وظیفہ) پڑھنے والوں سے مُنہ موڑنا ہوگا۔

شعور پاک کا تصوّر کر، جو کہ آکاش کی طرح صاف ہے اُس میں سورج خود بخود روشن ہے۔ اُس کا نہ طلوع ہے نہ غروب، نہ وجود ہے نہ عدم۔

جس میں کُل موجودات سما جاتے ہیں، اُس میں خودی کی کوئی گنجائش نہیں۔
وہی خدا کہلاتا ہے۔

سِریَس ماچھَ ژھاییے
ژٕرِ وۄتھ آمہِ شایے
بابہٕ ژٕ لٔنے ژئٕیہٕ گراییے ،،

بیٚژ گاٹہٕ پیٖیٔہٕ گاٹے
ترأوِتھ پھُٹہٕ بھرٛاٹے
پھُٹ کیا زِ قِی بوٗلاٹے ،،

بھگوانہٕ اَوِ ناشے
اوِناشہِ آکاشے
گگٕنہٕ آسی تن تہٕ گاشے ،،

تَس رۆست یِی ژٕہ زانکھ
یِی قِی ٹھوٗر ژٕہ مانکھ
روزِکھ تہٕ بھیانکھ ،،

سُورج کا سایہ ہی نہیں ہوتا۔
تُو ہی جو سایہ بناتا ہے۔ بیچ میں سے ہٹ جا۔ تو بھائی!
تیرے شکوک دُور ہو جائیں گے۔

حد سے زیادہ زیرکی سے آدمی خسارے میں پڑ جاتا ہے
جبکہ ٹوٹی پھوٹی یا ناکارہ چیزیں پھینک دی جائیں،
پھر ایسی کیا چیز رہ جاتی ہے جسے دُرست کرنا ہے۔

لافانی بھگوان آکاش کی طرح کیا اندھیرے کیا اُجالے
میں دائم اپنی روشنی سے جلوہ گر ہے۔

اُس کے سِوا جو کچھ بھی ماسوا تجھے دکھائی دیتا ہے
چاہے وُہ دلپسند ہو یا خوفناک، وُہ سب اُس روشنی
کے لئے ایک پردہ بن جاتا ہے۔

پرمیہ سورہٕ وئہہٕ وٲنے
ژہنہ ہیئیہٕ ہنہٕ ہنے
پونۍ لگہٕ تیلہٕ سٕ کنے ،،

وارہٕ ئلہٕ وُچھ مندر
روزہٕ ہٕ تھُتھو اندر
اَندہٕ وند شامہٕ سوندر ،،

وژھ ترأوتھ ہٕ دارے
یور زاہٕ تور لارے
تَس وٕنۍ کیازہٕ لارے ،،

لَلہٕ وٕن چھُ کَلہٕ ڈُنوی
بالہٕ گوپال گُنوی
وٕن تھوٚ چھُکنہٕ اوٚ نوی

پریم کا شرر دہکتی ہوئی آگ کی طرح تیرے وجود کے ذرّے ذرّے کو شعلہ زن کرے گا۔ اور پانی تک تیل کا کام دینے گا۔

اس مندر کو ( یعنی درگاہ مقدّس کو) غور سے دیکھ۔ وہیں نہ رُک جا ۔ کیونکہ بھگوان سب جگہ موجود ہے۔ ( یعنی صرف وہیں تک محدود نہیں )

پھر من کے سب دروازے اور دریچے کھول دئیے جائیں تاکہ جہاں اس کی مرضی ہو وہاں کا رُخ کرے۔ اُس کے (خدا کے) سوا ہے ہی کیا چیز، جو اُسے آلودہ کر سکتی ہے؟

للیشوری نے کہا ہے کہ ایک معصوم گوپال کرشن کو دل میں بٹھا کر جھُلانا ہے۔ تو اندھا تو نہیں، آنکھیں کھول کر دیکھ۔

ووُنمُت پہ سوہ آتمہِ یَژَھے
سہزَبس پژاو پژَھے
شمَ تہٕ دُم ناو گژَھے ؍

پرماننداہ ووہندس
کرِشنس زہٕ پان وَندس
سونتس کیاہ تہٕ وَندس ؍



اُس نے ( للاّ نے ) کہا کہ حقیقت ذات کو جاننے کے لئے
عین الیقین کی ضرورت ہے ۔ پھر کسی ریاضت یا ضبط
کی ضرورت نہیں۔

پرمانند کے دل کی خواہش ہے کہ چاہے بہارِ جوانی ہو یا
زمستانِ پیری، وہ کرشن پر ہمیشہ قربان ہو جائے۔



# گُل تہٕ ژھاے

گُلس تہٕ ژھایہ اوس اَکٕے کال بناے — سِرِیس نشہٕ اُنزرنہٕ آیاے

ژھایہ دوپ سیٹھاہ وُاَر کوٗرُم گُلو — ژھایہ رٕوُدُم اُچھن پاو ونُم پھٔلو

وُچھہٕ ہَن مسنوٗ کھ بانہٕ منزٕ بان — واتُس پانی ساتَس ہٕر روزان

گُلو دوپُس میانٕ ہی سایَس تَل — بچہٕ کھےٚ تہٕ نَنہٕ تراو پچینٕچ گَل

گُنہ کیاہ روزکھ نہٕ وٕنہٕ تیٚیے بوٗہ تھوٗد — سِرِیہ وُچھُنک ساد گرٕشھی ہوٗد

پننوٗی کال چھا پانہٕ ژھارَن — ہاوٕ ہےٚ تہٕ آسہٕ ہم پیٚتہٕ لارَن

لَے گرٕشھہٕ میٚیٔ تل بوٗے سپنکھ — موٗرکھ نہٕ سِرِیس نکھہٕ نکھہٕ نکھ

پانہٕ یُس نہٕ روزہٕ وُچھہٕ وُن درشُن — گنہٕ کیاہ نفاہ آکاشہٕ ورشن

پانہٕ رٕوزِتھ پرماتما پڑاو — ٹلہٕ یُس پانہٕ تس گیانہٕ کیاہ ڈراو

# درخت اور سایہ

## ایک تمثیلی قصّہ

درخت اور اُس کے سائے کے درمیان عرصے سے تنازعہ چلا آرہا تھا۔ جس کا تصفیہ وُہ سورج سے کرانا چاہتے تھے۔

سایہ نے کہا کہ درخت نے میرے ساتھ بہت زیادہ بیَر برتا ہے۔ وُہ میرے سامنے ایک اوٹ بن گیا۔ اور اُس نے میری آنکھیں بیکار بنادیں۔

اُس کی خواہش تھی کہ کاسہء انفرادیت میں سورج کو روبرو دیکھوں۔ لیکن جونہی میں پاس جاتا ہوں، ایک لمحہ کے لئے بھی وہاں نہیں ٹھہر سکتا۔

درخت بولا کہ تیرے بچنے کی صورت صرف میرے ہی زیرِ سایہ ہے ورنہ زندگی کی اُمید چھوڑ اگر میں ہٹ گیا تو تیرا وجود باقی نہیں رہیگا اور سورج کو دیکھنے کا لُطف پھیکا پڑ جائیگا کیا کوئی اپنی موت کی خود تلاش کرتا ہے ؟ میں یہ ثابت کردیتا۔ مگر تو پھر میرے ہی پیچھے پیچھے ہو لے گا۔

میرے ہی قدموں میں مدغم ہو جا۔ پھر تو وہی بن کے رہیگا جو میں ہوں۔ اور سورج کے ہم شانہ ہوکر تجھے پیچھے جانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

جب دیکھنے والا خود ہی نہ رہے، تو مشاہدہ سے کیا فائدہ ؟ جیسے آسمان سے پانی برسنے سے پتھر کو کوئی فائدہ نہیں۔

جیسا تو ہے ویسا ہی رہ کر خداتعالےٰ کی حضور تک پہنچ جا۔ کیونکہ جو خود ہی ختم ہُوا اُسے گیان کیا کرے ؟

بوزی بوزہ ژھایہ تمن منشے روزن  کُلہ رؤست سرہ کرہ ہا بوزن

لَنجہ اکہ سرہ تاں ژھوہ نجہ ڈلیشان  کو نجہ گلنجہ اَس وُٹھ پھیشان

زونُن زِہ سر لیس دُچھینچ جاے  گُلہ رؤستوی چھم نہ اندیوس نیاے

پادن تل سایہ کُلہ سی پیوو  لین گو تہ وہ تنیچ رُدرس نہ زیو

سریہ کیاہ زہ تتھ سُتھ سرپ زانُن  یُس پانہ اَسِتھ گو نہ زانِتھ نوُن

ترے گہ نمے نَیر گوہ نکوی رُوپ  گُل گو گل دِیدہ وونمُت بھوپ

زیویُس مُوہ بہ ژِیتھ آبھاس  پرنہ ہیب زَنہ زنمک ادھیاس

تتھ گو رتہ بب میون شرکرِیش دیو  ترے لوکی دہ ہہ تہ سو پچھس زیو

سُوی چھوی گُل تہ سُوی چھوی جز وِ کُل  ییمی کُنڈ کر میثرہ منزہ رنگہ رنگہ گُل

روز ئیلہ کُلہ کے آسرہ ژھاے  اندیوس نیلے میٹتہ اندیم نیاے

دِییم گوڈہ بانہ منگنس کیتھ  اَدہ تتھ بانس لَدہ رُت رت

ہیر بوہ نہ بوہ نہ اَسِتھ بونہ بوی  انو گرہہ بستہ کا سیتم منہ دوی



یہ سُن کر بھی سائے کے دل میں شک رہا، اور اُس نے سوچا کہ میں درخت کے بغیر اس بات کو پرکھنا چاہتا ہوں۔

اتنے میں ایک ٹہنی کے بیچ میں سے سورج چمکنے ہی کو تھا کہ ؎ نابود ہونے کے پیچ و تاب میں سائے کے ہونٹ خشک ہو گئے۔

اب اُس نے جان لیا کہ سُورج کو دیکھنے کے لئے درخت سے الگ ہو کر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اس طرح اس کی شکایت جاتی رہی۔

اسلئے سایہ درخت کے پاؤں پڑا۔ اُس کے ساتھ مدغم ہو گیا، اور اس میں گویائی کی طاقت نہ رہی۔

سورج کیا ہے؟ اُسی حق تعالےٰ کی ذات ہے جو ہست واحد ہوتے ہوئے بھی کبھی ظاہر نہ ہُوا۔

درخت وُہ (کُل) ہے جو صفات سے بالاتر ہو کر بھی تین اوصاف (ست، چت آنند) صُورت میں جلوہ گر ہے۔ ویدوں نے اُسے مالکِ کُل کہا ہے۔

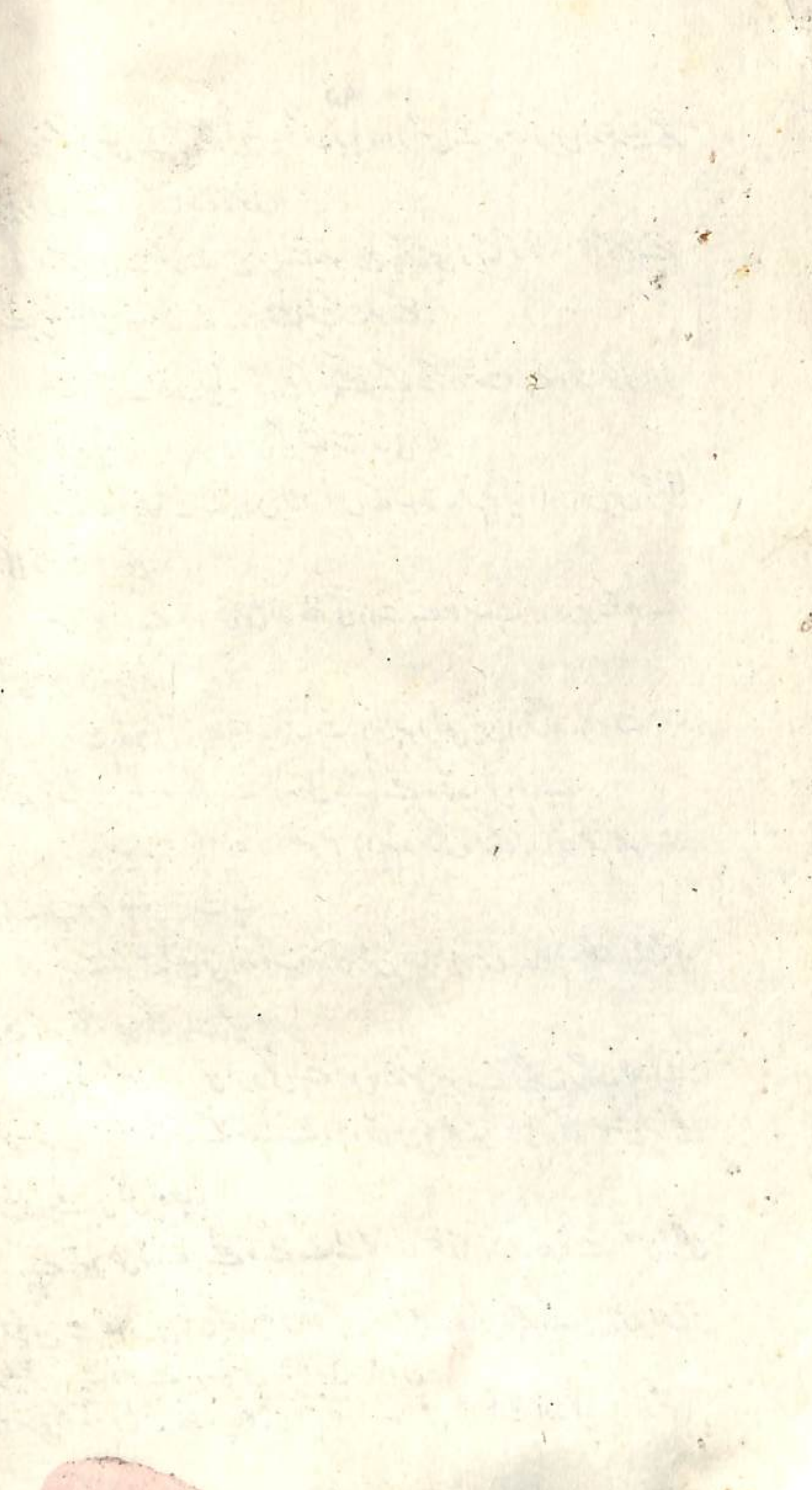
سایہ جیو ہے جو موہ اور بھرم (وہم و گماں) کے زیر اثر جنم جنم سے ایک طرح کا عکسِ ذات ہے۔

میرے مُرشد حقیقی اور باپ سری کرشن[1] مہاراج ہیں۔ عالم سہ گانہ ایک جسم ہے اور وُہ اُس کی جان ہیں۔

وہی کُل[2] ہے اور وہی جزوِ کُل ہے جس نے مٹی میں سے رنگ برنگ پھول پیدا کیئے۔ جب سایہ درخت کے سہارے رہا، تو اس کا جھگڑا ختم ہو گیا۔ کاش میرا بھی مسئلہ ایسے ہی حل ہو جاتا!

پہلے وُہ (حق تعالےٰ) مجھے مانگنے کے لئے کاسۂ استحقاق دے پھر اُسے اچھی اچھی نعمتوں سے بھر دوں۔ میں سمجھتا ہوں اگر "میں" مٹ جائے تو اوپر نیچے ایک میں ہی ہوں۔ پرمیشور اپنے کرم سے میرے من سے دوئی مٹا دیں۔

[1] سری کرشن پرمانند کے باپ کا بھی نام تھا۔ [2] کُل = درخت اور کُل (مترجم)






BROCA'S ARTISTIC PRESS
SRINAGAR KASHMIR